هفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۷ مئی سنہ ۱۹۶۰ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ چار آنے

حالی

خلافتِ راشدہ

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت　　ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت　　نبیؐ نے کیا خلق سے قصدِ رحلت
تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی
کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

سب اسلام کے حکم بردار بندے　　سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبیؐ کے وفادار بندے　　یتیموں کے رانڈوں کے غمخوار بندے
رہِ کفر و باطل سے بیزار بندے
نشہ میں مئے حق کے سرشار بندے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے　　کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سرِ احکامِ دیں پر جھکا دینے والے　　خدا کے لئے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا　　تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا　　خلاف آشتی سے خوش آیندہ تر تھا
یہ تھی موج پہلی اس آزادگی کی
ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت　　نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت　　فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت
لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے امت کے ایسے نگہباں　　ہو گلہ کا جیسے نگہبان چوپاں
سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں　　نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں'
کنیز اور بانو تھی آپس میں ایسی
زمانہ میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

رہِ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی　　فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی　　شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
جہاں کر دیا نرم، نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

کفایت جہاں چاہیئے واں کفایت　　سخاوت جہاں چاہیئے واں سخاوت
نہ جچی اور تلی دشمنی اور محبت　　نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت
جھکا حق سے جو جھک گئے اس سے وہ بھی
رکا حق سے جو رک گئے اس سے وہ بھی

وہ عہد ہمایوں جو خیر القروں تھا　　خلافت کا جب تک کہ قائم ستوں تھا
نبوت کا سایہ ابھی رہنموں تھا　　سماں خیر و برکت کا ہر دم فزوں تھا
عدالت کے زیور سے تھے سب مزین
پھلا اور پھولا تھا احمدؐ کا گلشن

سعادت بڑی اس زمانہ کی یہ تھی　　کہ جھکتی تھی گردن نصیحت پہ سب کی
نہ کرتے تھے خود قولِ حق سے خموشی　　نہ لگتی تھی حق کی انہیں بات کڑوی
غلاموں سے ہو جاتے تھے بند آقا
خلیفہؓ سے لڑتی تھی ایک ایک بڑھیا

نبیؐ نے کہا تھا انہیں فخر امت　　جنہیں خلد کی مل چکی تھی بشارت
مسلم تھی عالم میں جن کی عدالت　　رہا مفتخر جن سے تختِ خلافت
وہ پھرتے تھے راتوں کو چھپ چھپ کے در در
کہ شرمائیں اپنا کہیں عیب سن کر

مگر ہم کہ ہیں دام و درہم سے بہتر　　نہ ظاہر کہیں ہم میں خوبی نہ مضمر
نہ اقران و امثال میں ہم موقر　　نہ اجداد و اسلاف کے ہم میں جوہر
نصیحت سے ایسا برا مانتے ہیں
کہ گویا ہم اپنے کو پہچانتے ہیں

ہلاتے نہ اگلے اگر دست و بازو　　جہاں عطرِ حکمت سے ہوتا نہ خوشبو
نہ اخلاق کی ہوتی وضع ترازو　　نہ حق پھیلتا ربع مسکوں میں ہر سو
حقائق یہ سب غیر معلوم رہتے
خدائی کے اسرار مکتوم رہتے

ستارہ شریعت کا تاباں نہ ہوتا　　اثر علم دیں کا نمایاں نہ ہوتا
جدا کفر سے نور ایماں نہ ہوتا　　مساجد میں یوں وردِ قرآں نہ ہوتا
خدا کی ثنا معبدوں میں نہ ہوتی
اذاں جا بجا مسجدوں میں نہ ہوتی

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد (۶) | جمعۃ المبارک ۳ ذیقعد ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۶۰ء | شمارہ (۳)

دو افریقی

لندن میں دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس ختم ہو گئی۔ کانفرنس میں مختلف مسائل پر بحث کی گئی۔ اس کے اختتام پر لندن سے ایک مشترکہ اعلان شائع کیا گیا جس میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ زیر بحث امور کے متعلق مندوبین میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہوا!

کانفرنس کے دوران جو خبریں آتی رہی تھیں۔ ان سے معلوم ہوتا تھا کہ جنوبی افریقہ کی سفید فام حکومت کی نسلی امتیاز کی پالیسی کے بارے میں ملایا کے وزیراعظم اور جنوبی افریقہ کے مندوب میں اتنا شدید اختلاف ہو گیا تھا کہ اول الذکر ایک مجلس سے واک آؤٹ کرنے پر مجبور ہو گئے اگرچہ نسلی امتیاز کی پالیسی پر کسی ملک نے بھی اظہار پسندیدگی نہیں کیا۔ لیکن سب سے زیادہ غم و غصہ کا اظہار ملایا کے وزیر اعظم ہی نے کیا۔ ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

یہ ان کی صاف گوئی ہی کا نتیجہ ہے کہ مشترکہ اعلان میں نسلی امتیاز کی پالیسی کی مذمت کی گئی ہے۔ اور دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم نے جنوبی افریقہ کی حکومت سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اگر جنوبی افریقہ نے نسلی امتیاز کی موجودہ پالیسی پر نظرثانی نہ کی تو اس ملک کے جمہوریہ بن جانے کے بعد اسے دولت مشترکہ کے ممبر کے طور پر قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت جنوبی افریقہ کا درجہ ایک نو آبادی کا ہے اور اس حیثیت سے اسے دولت مشترکہ سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔

جنوبی افریقہ کے مندوب کا کہنا ہے کہ یہ سارا معاملہ ہمارا گھریلو معاملہ ہے کسی بیرونی طاقت کو عام اس سے کہ وہ دولت مشترکہ کی برادری سے تعلق رکھتی ہو یا نہ۔ کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس میں دخل دے۔

تعجب ہے کہ آج کل کی "مہذب" دنیا رنگ و نسل کے امتیاز کے معاملے میں اُس مقام سے ذرّہ برابر آگے نہیں بڑھی جہاں مشرکین مکّہ یا ان سے قبل فراعنۂ مصر کھڑے تھے۔

ظاہر ہے کہ جنوبی افریقہ کے ارباب اختیار اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہوں گے انھوں نے تاریخ، معاشیات اور سیاسیات کا بھی مطالعہ کیا ہوگا۔ وہ رموزِ سلطنت سے بھی واقف ہیں وہ شاہی درباروں کے آداب بھی جانتے ہیں۔ وہ سیاست کے داؤ پیچ سے بھی نابلد نہیں لیکن بدقسمتی سے اسی مقام پر آ کر بھٹک گئے ہیں۔ جہاں ان سے قبل ان سے زیادہ دماغوں والے سیاست دان اور زیادہ سامانوں والے شہنشاہ بھٹک گئے تھے!

رنگ و نسل کا امتیاز ان خرابیوں میں سے ایک خرابی ہے۔ جو معاشرے میں فساد پیدا کر دیتی ہیں ؎

جو کریگا امتیازِ رنگ و خوں مٹ جائیگا
ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابیٔ والا گہُر

انسان کی آنکھ پہ تعصب کی پٹی بندھ جائے تو اس کی نگاہ میں صحیح معیار صحیح نہیں رہتے۔ دولت کی تقسیم، عہدوں کی تفویض ترقی کے مواقع، گرانے کے ڈھب اور اٹھانے کے ڈھنگ سب کے سب نسلوں اور رنگوں کا کرشمہ بن جاتے ہیں۔ ایک انسان کو دوسرے سے افضل و برتر اس بنا پر سمجھا جاتا ہے کہ ایک کا رنگ دوسرے کے رنگ سے زیادہ سفید ہوتا ہے، یا ایک کی رگوں میں اس جد اعلےٰ کا خون نہیں۔ ہوتا۔ جو دوسرے کی رگوں میں ہوتا ہے۔

پیغمبران خدا آتے رہے اور انسان کو اس کی اس مہلک حکمت عملی کے نتائج سے متنبہ کرتے رہے۔ جہاں جہاں ان کی آواز پر دھیان دیا گیا معاشرہ سنورتا گیا اور جہاں جہاں ان کی آواز ٹھکرائی گئی۔ وہیں تباہی اور بربادی آئی۔ اور بالآخر انہیں لوگوں نے اٹھ کر شہنشاہوں کے سروں پر سے تاج اُتار لئے جن کی کھال صدیوں تک محض اس لئے کھنچتی رہی کہ وہ خوش رنگ نہیں تھی۔

ملاحظہ کیجئے کہ آج نہتے افریقیوں کو ان کے دیس کے اندر گولیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور کل افریقہ کا ایک اتنا ہی سیاہ فام باشندہ پردیس میں سردارانِ مکّہ کی آنکھوں کا تارا تھا۔ آج کا افریقی مقہور و مظلوم ہے کل کا افریقی ممتاز و محترم تھا سیّدنا بلالؓ جدھر سے گزرتے۔ قریشِ مکّہ ان کی راہ میں آنکھیں بچھاتے۔ اس لئے کہ تکریم و تحریم کا معیار چہرے کا رنگ نہیں تھا۔ بلکہ دل کی پاکیزگی تھی۔ یہ قرآن حکیم کا اعجاز تھا کہ اس کی ایک مختصر سی آیت نے دنیا کے غلط معاشیات اور اخلاقیات کا رخ بدل دیا۔ اس کے نزدیک مکرّم وہی ہے جو زیادہ متقی ہے۔ قبائل کی تقسیم کو قرآن مجید محض تعارف کا ایک ذریعہ بتلاتا ہے۔ اس سے زیادہ اس امتیاز و تفاخر کی کوئی حیثیت نہیں جب تک انسان کی گردن اطاعت قرآن کی اس حکمت آفریں آیت کے سامنے نہیں جھکتی۔ انسانیت، قبیلوں میں وطنوں میں، رنگوں میں اور نسلوں میں بٹی رہے گی۔ اور خدا کی یہ وسیع و عریض دنیا اس پر بدستور تنگ رہے گی۔

تکلیف دہ

ہمارے وزیر تعلیم نے یہ تکلیف دہ انکشاف کیا ہے کہ ہماری نئی حکومت اس وقت تک آرٹ کونسل کو سات لاکھ روپیہ دے چکی ہے اور اُسے مزید چار لاکھ روپیہ دیا جائے گا جس سے موسیقی اور دوسرے فنون لطیفہ کو فروغ دیا جائے گا۔

یہ انکشاف ملک و قوم کے ہر بہی خواہ کو خون کے آنسو رلانے کے لئے کافی ہے۔ علامہ اقبال مرحوم کو پاکستان کے نظریہ کا بانی سمجھا جاتا ہے لیکن ان کی تعلیمات کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی جا رہی ہے وہ فرماتے ہیں ؎

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ظہر کی سنتوں کا ثواب

عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّھْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِھِنَّ فِیْ صَلٰوۃِ السَّحَرِ وَمَا مِنْ شَیْءٍ اِلَّا وَھُوَ یُسَبِّحُ اللّٰہَ تِلْکَ السَّاعَۃَ ثُمَّ قَرَأَ یَتَفَیَّؤُ ظِلٰلُہٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلّٰہِ وَھُمْ دَاخِرُوْنَ رواہ الترمذی والبیہقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ کہ ظہر سے پہلے زوال کے بعد چار رکعتیں ہیں۔ جن کو حساب میں تہجد کی نماز کے برابر شمار کیا جاتا ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس وقت خدا کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ یَتَفَیَّؤُ ظِلٰلُہٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلّٰہِ وَھُمْ دَاخِرُوْنَ۔ یعنی پھرتے ہیں سائے ہر چیز کے دائیں جانب اور بائیں جانب سجدہ کرتے ہوئے اللہ کے لئے اور وہ ذلیل ہیں۔

عصر کے بعد کے نوافل

عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ کَانَ عُمَرُ یَضْرِبُ الْاَیْدِیَ عَلٰی صَلٰوۃٍ بَعْدَ الْعَصْرِ وَکُنَّا نُصَلِّیْ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَہٗ اَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْھِمَا قَالَ کَانَ یَرَانَا نُصَلِّیْھِمَا فَلَمْ یَاْمُرْنَا وَلَمْ یَنْھَنَا (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ مختار بن فلفلؒ کہتے ہیں۔ کہ میں نے انس بن مالکؓ سے عصر کے بعد کی نفلوں کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ عمرؓ اس شخص کے ہاتھوں پر ضرب لگاتے تھے جو عصر کے بعد نماز پڑھتا تھا۔ یعنی آپ منع فرماتے تھے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے۔ حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آفتاب غروب ہو جانے پر مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر کہا میں نے انسؓ سے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے دیکھتے تھے اور نہ تو منع فرماتے تھے اور نہ حکم دیتے تھے۔

تہجد کی نماز کا بیان

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْمَا بَیْنَ اَنْ یَفْرُغَ مِنْ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ اِلَی الْفَجْرِ اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُسَلِّمُ مِنْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ وَیُوْتِرُ بِوَاحِدَۃٍ فَیَسْجُدُ السَّجْدَۃَ مِنْ ذٰلِکَ قَدْرَ مَا یَقْرَأُ اَحَدُکُمْ خَمْسِیْنَ اٰیَۃً قَبْلَ اَنْ یَرْفَعَ رَاْسَہٗ فَاِذَا سَکَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَتَبَیَّنَ لَہُ الْفَجْرُ قَامَ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ حَتّٰی یَاْتِیَہُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَۃِ فَیَخْرُجُ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز کے بعد فجر تک کے درمیانی وقت میں گیارہ رکعت نماز پڑھتے اور ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر کی اسی میں شامل کر لیتے)۔ یعنی گیارہ رکعتوں اور وتر کی اس رکعت میں اتنا لمبا سجدہ کرتے۔ جتنی دیر میں تم سے کوئی پچاس آیتیں پڑھے۔ پھر جب مؤذن فجر کی نماز سے فارغ ہوتا اور صبح کی روشنی پھیل جاتی تو آپ کھڑے ہو جاتے اور دو ہلکی رکعتیں (فجر کی دو سنتیں) پڑھتے۔ پھر اپنی کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آپ کے پاس نماز کی تکبیر کہنے کی اجازت حاصل کرنے آتا۔ اور آپ نماز کو تشریف لے جاتے۔

فجر کی دو سنتوں کا بیان

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَاِنْ کُنْتُ مُسْتَیْقِظَۃً حَدَّثَنِیْ وَاِلَّا اضْطَجَعَ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو سنتیں پڑھ چکتے۔ تو داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے یعنی قبلہ رخ

تہجد کی کتنی رکعتیں ہیں

وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَۃَ عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَاِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً سِوٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں نے عائشہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا سوال کیا۔ یعنی آپؐ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کبھی سات رکعتیں کبھی نو اور کبھی گیارہ۔ علاوہ فجر کی دو سنتوں کے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدٌ وَالْوَاقِعَۃُ وَالْمُرْسَلٰتُ وَعَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا مجھ کو سورہ ہود اور سورہ واقعہ۔ سورہ مرسلات اور سورہ عم یتساءلون اور سورۃ التکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا ھِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ کُنَّا نَعُدُّھَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ یَعْنِی الْمُھْلِکَاتِ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہا تم ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے باریک ہیں (یعنی بہت معمولی) لیکن ان کاموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کرتے تھے۔

خطبہ یوم الجمعہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۶۰ء

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

اللہ تعالیٰ کس قسم[1] کے انسانوں کو پسند کرتا ہے اور کس قسم[2] کے انسانوں کو پسند نہیں کرتا

پہلے حصہ کے شواہد

پہلا

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ۚۛ وَاَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (سورۃ البقرہ ع ۲۴ ـ پ ۲) ترجمہ۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حاصل

مذکورۃ الصدر آیت سے حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے تم عذاب الٰہی سے بچ جاؤ گے اور نیک کام کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔

دوسرا

وَکَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَہٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ ۚ فَمَا وَھَنُوْا لِمَا اَصَابَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَکَانُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (سورہ آل عمران ع ۱۵ پ ۴) ترجمہ۔ اور کئی نبی ہیں۔ جن کے ساتھ ہو کر بہت اللہ والے لڑے ہیں پھر اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچنے پر نہ ہارے ہیں اور نہ سست ہوئے ہیں۔ اور نہ وہ دبے ہیں اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

تیسرا

فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ ۚ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ ۠ فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمْ وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ۝ (سورۃ آل عمران ع ۱۷ ـ پ ۴) ترجمہ۔ پس اللہ کی رحمت کے سبب سے تو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو البتہ تیرے گرد سے بھاگ جاتے۔ پس انہیں معاف کر دے اور ان کے واسطے بخشش مانگ۔ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر۔ پھر جب اس کام کا ارادہ کر چکا تو اللہ پر بھروسہ کر بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

الحاصل

آپ نرم دل ہیں۔ اس لئے یہ حضرات صحابہؓ کرام آپ کے ساتھ چل رہے ہیں اور اگر آپ تند خو سخت دل والے ہوتے تو آپ کے پاس یہ رہ نہ سکتے۔

عبرت

بڑے آدمی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ سب سے زیادہ موٹا اور سب سے زیادہ وزنی ہو۔ بڑا آدمی وہ ہے جو سب سے زیادہ متحمل مزاج ہو۔ لوگوں کے عیبوں کو معلوم ہونے کے باوجود ان کو چھپائے ایسے شخص کی ہر ایک دل میں محبت پیدا ہو جاتی ہے اور ہر شخص اس کی عزت کرتا ہے۔

چوتھا

اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے

وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ (سورہ المائدہ ع ۷ پ ۶) ترجمہ۔ اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان میں انصاف سے فیصلہ کر بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

پانچواں

آپ کی تابعداری کرنے سے اللہ تعالیٰ محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور گناہ سب معاف فرما دیتا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورہ آل عمران ع ۴ ـ پ ۳) ترجمہ۔ کہدو۔ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے۔

حاصل

اللہ تعالیٰ عزت کی نگاہ سے اس شخص کو دیکھتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے اللھم اجعلنا منھم آمین یا الہ العالمین

چھٹا

وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَھَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ۝ (سورہ البقرہ ع ۲۸ ـ پ ۲)۔ ترجمہ۔ اور ان (عورتوں) کے پاس مت جاؤ۔ یہاں تک پاک ہو لیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ۔ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور بہت پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ساتواں

وَمِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْہُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ ۚ وَمِنْھُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْہُ بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْہِ قَآئِمًا ؕ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورہ آل عمران ع ۸ پ ۳)

ترجمہ - اور اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ایک ڈھیر مال کا امانت رکھے تو وہ تجھ کو ادا کر دیں اور بعضے ان میں سے وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ایک اشرفی امانت رکھے تو بھی تجھے واپس نہیں کریں گے۔ ہاں کہ جب تک ان کے سر پر کھڑا رہے یہ اس واسطے ہے کہ وہ کہتے ہیں - کہ ہم پر ان پڑھ لوگوں کا حق لینے میں کوئی گناہ نہیں اور اللہ پر وہ جھوٹ بولتے ہیں - حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ گناہ کیوں نہ ہوگا - جس شخص نے اپنا عہد پورا کیا اور اللہ سے ڈرا - تو بے شک پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

خطبہ کا دوسرا حصہ

اللہ تعالیٰ کس قسم کے انسانوں کو پسند نہیں کرتا

اس کے متعدد شواہد

پہلا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ (سورۃ البقرہ ع ۲۵ - پ ۲) - ترجمہ - اور بعض ایسے بھی ہیں - جن کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ کرتا ہے - حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔

حاصل

باتیں تو وہ بظاہر اچھی کرتا ہے اور آپ کو اس کی باتیں بھی بھلی معلوم ہوتی ہیں - مگر اندرونی حالت اس کی یہ ہے حاشیہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ - مولانا شبیر احمد صاحبؒ اس آیت پر لکھتے ہیں - "یہ حال ہے منافق کا - کہ ظاہر میں خوشامد کرے اور اللہ کو گواہ کرے کہ میں سچا ہوں اور میرے دل میں اسلام کی محبت ہے اور جھگڑے کے وقت کمی نہ کرے اور قابو پاوے تو لوٹ مار مچاوے اور منع کرنے سے اس کو زیادہ ضد چڑھے اور گناہ میں ترقی کرے - کہتے ہیں - ایک شخص اخنس بن شریک تھا - منافق فصیح و بلیغ - جب آپ کی خدمت میں آتا - تو غایت اخلاص اور محبت اسلام ظاہر کرتا اور جب چلا جاتا تو کسی کی کھیتی جلا دیتا - کسی کے جانور کے پیر کاٹ ڈالتا - اس پر منافقین کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی -

دوسرا

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (سورۃ البقرہ ع ۲۴ پ ۲) - ترجمہ - اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو - جو تم سے لڑیں - اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا

حاشیہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حج کے ساتھ یہ مذکور بھی ہوتا ہے - کہ حضرت ابراہیم کے وقت سے شہر مکہ جائے امان ہے - اگر یہاں دشمن کو دشمن پاتا تو بھی کچھ نہ کہتا اور حج کے اول اور آخر تین مہینے ذی قعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا رجب کہ وہ بھی وقت زیارت تھا - یہ چار مہینے وقت امان تھے کہ تمام ملک عرب میں راہیں جاری ہوتیں اور لڑائی موقوف رہتی - اللہ تعالیٰ ان کا حکم فرماتا ہے - اس بیچ میں اور بھی لڑائی کے حکم اور جہاد کے آداب فرماتا ہے - یہ جو فرمایا کہ تم سے لڑیں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرو - اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑکے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ ایسے لڑنے والوں کو ماریئے۔

تیسرا

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (سورہ آل عمران ع ۴ - پ ۳) - ترجمہ - کہدو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو - پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا -

چوتھا

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۃ التوبہ ع ۱۳ پ ۱۱) ترجمہ - بھلا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور اسکی رضامندی پر رکھی ہو وہ بہتر ہے - یا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک گھاٹی کے کنارہ پر رکھی جو گرنے والی ہے - پھر وہ اسے دوزخ کی آگ میں لے گری اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا -

حاصل

جس شخص نے اپنی زندگی کے اعمال کی بنیاد خوف خدا پر رکھی کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھ کر قدم اٹھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے - یا وہ شخص جو ایسی جگہ اپنے اعمال کی بنیاد رکھے جو اسے جہنم میں لے جائے - ان دوسرے قسم کے ظالموں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں نجات کے راستہ پر جبراً نہیں لے جاتا -

پانچواں

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝ (سورۃ النساء ع ۶ پ ۵) ترجمہ - اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو - اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ بھی نیکی کرو - بیشک اللہ اترانے والے بڑائی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا -

حاصل

یہ ہے کہ جو ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں جو شخص ان ذمہ داریوں کو ادا کرنا اپنی کسر شان سمجھتا ہے - اللہ تعالیٰ ایسے مغرور و متکبر آدمیوں کو پسند نہیں کرتا

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ

چھٹا

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

(سورۃ الانعام ع ۱۷ پ ۸) - ترجمہ - اور اسی نے وہ باغ پیدا کئے ہیں جو چھتوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور جو نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار پیدا کئے جو ایک دوسرے سے مشابہ اور جدا جدا بھی ہیں - ان کے پھل کھاؤ جب وہ پھل لائیں اور جس دن اسے کاٹو اس کا حق ادا کرو - اور بے جا خرچ نہ کرو - بیشک وہ بیجا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا -

بحاشیہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا

وہ اس کا حق جس دن وہ کٹے یعنی زکوٰۃ اور مال کی زکوٰۃ ہے برس کے بعد اور اس کی زکوٰۃ اسی دن ہے - جس دن ہاتھ لگے - جو زمین اپنے ملک میں ہو اور اس میں خراج نہ آتا ہو - اس کے محصول میں حق اللہ کا ہے - اگر پانی دینے سے ہو تو بیسواں حصہ اور اگر بن پانی دیئے ہو تو دسواں حصّہ

ساتواں

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۃ آل عمران ع ۶ - پ ۳) - ترجمہ - اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے - انہیں ان کا حق پورا دے گا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا -

آٹھواں

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ (سورۃ الانفال ع ۷ پ ۱۰) اور اگر تمہیں کسی قوم سے دغا بازی کا ڈر ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو - ایسی طرح پر کہ تم اور وہ برابر ہو جاؤ - بیشک اللہ دغا بازوں کو پسند ۴۴

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۶۰ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

کثرتِ ذکر کی برکات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْد

قرآن مجید میں جو آیت آئی ہے - وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (سورۃ الاحزاب ع ۵ پ ۲۲) آج اس کے ماتحت مزید کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں - ترجمہ - اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مردوں اور بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا اجر تیار کیا ہے -

اس آیت میں بکثرت ذکر الٰہی کرنے والے مردوں اور بکثرت ذکر الٰہی کرنیوالی عورتوں کا ذکر ہے - یاد رہے - اللہ تعالےٰ کے معاملہ میں جیسے مرد مکلف ہے - ایسے ہی عورتیں مکلف ہیں - یعنی اللہ تعالےٰ کو یاد کرنے کا وظیفہ اور ذمہ داری جیسے مردوں پر فرض ہے - ویسے عورتوں پر بھی خدا یاد کرنا فرض ہے - قرآن پاک میں ہے - وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ - (سورۃ الذاریٰت ع ۳ - پ ۲۷) ترجمہ - اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے - باقی سب کام عارضی ہیں - عبادت مقدم ہے - جیسے مرد شادی کرنے سے خانگی ضروریات سے مستغنی نہیں ہو سکتا - وہ عبدیت کے لحاظ سے بھی پابند ہے - الانس میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ہیں کہا کرتا ہوں کہ مرد اور عورت قبر سے ورے ورے دو ہیں - مرنے کے بعد میاں سے اس کے اعمال کے لحاظ سے سلوک ہوگا اور بیوی سے اس کے اعمال کے لحاظ سے سلوک ہوگا - میاں بیوی دنیا میں ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں - مرد باہر سے کما کر لاتا ہے اور بیوی گھر میں بیٹھ کر پکاتی ہے - مرنے کے بعد عورت اپنے اعمال صالحہ کی برکت سے جنت میں جائے گی اور مرد اپنے اعمال صالحہ کی برکت سے جنت میں جائے گا - بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ میاں بہشتی اور بیوی دوزخی اور بعض جگہ میاں دوزخی اور بیوی جنتی - قبر میں جانے کے بعد اپنے اپنے اعمال کی بنا پر محاسبہ ہوگا - جیسے نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی عورت بدکاری کرنے والوں کے ساتھ تھی - اس لئے دوزخ میں گئی اور فرعون کی بیوی نیک ہونے کی وجہ سے بہشت میں -

قرآن مجید میں آتا ہے - ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ (سورۃ التحریم ع ۲ - پ ۲۸) - ترجمہ - اللہ کافروں کے لئے ایک مثال بیان کرتا ہے نوحؑ اور لوطؑ کی بیوی کی - وہ ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں - پھر ان دونوں نے ان کی خیانت کی - سو وہ اللہ کے غضب سے بچانے میں ان کے کچھ کام نہ آئے اور کہا جائے گا دونوں کو دوزخ میں داخل ہونیوالوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ - گویا کہ میاں

---

۴۴ نہیں کرتا -

عبرت

مسلمانوں کو قرآن مجید کے اس اعلان سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے - کہ کہیں ہم دغا بازی اور فریب دہی کے مرض روحانی میں تو مبتلا نہیں ہیں - حالانکہ موجودہ دور کی اخلاقی حالت یہ ہے کہ اکثریت اسی قسم کے لوگوں کی ہے کہ اپنے نفع کے لئے دوسروں کو فریب دہی اپنی عقلمندی بلکہ قابلیت خیال کرتے ہیں کہ اسے پتہ ہی نہ لگنے پائے - تا آنکہ ہم اس کا سب کچھ کھا پی جائیں - اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ۝

بہشتی اور بیوی دوزخی ہے۔ اسی طرح فرعون کی بیوی کا واقعہ قرآن مجید میں آتا ہے وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِہٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (سورۃ التحریم ع ۲ پ ۲۸) ترجمہ۔ اور اللہ ایمانداروں کیلئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے۔ جب اس نے کہا اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اسکے کام سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے۔

فرعون کہتا ہے۔ اگر کوئی تمہارا خدا ہے۔ تو میں اس سے بھی بڑا خدا ہوں۔ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی o (سورۃ النّٰزعٰت ع ۱ پ ۳۰) ترجمہ۔ پھر کہا کہ میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں۔ اس دعوے کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرعون دوزخ میں اور اسکی بیوی بہشت میں ہوگی۔

دنیا میں

مرد کمانے میں تنہا ہوتا ہے اور پکانے میں بیوی تنہا ہوتی ہے۔ بہرحال میاں بیوی کا اشتراک عمل ہوتا ہے اور آخرت میں اعمال کے لحاظ سے نتیجہ نکلتا ہے۔ ممکن ہے کہ میاں نیک ہے بہشت میں جائے اور بیوی بد ہے دوزخ میں جائے۔ وہاں ایک کی نیکی دوسرے کے کام نہیں آتی اور دوسرے کی برائی اس پر نہیں تھوپی جاتی بکثرت ذکر الٰہی کرنیوالے مردوں اور بہت زیادہ ذکر کرنیوالی عورتوں کیلئے اللہ نے بڑا اجر تیار کیا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ بہت زیادہ وقت خدا کو یاد کرنیوالا آدمی کبھی سینما لیجا سکتا ہے؟ کیا وہ کبھی بدکاری کے اڈوں میں جا سکتا ہے۔ وہ دن بھر کماتا ہے اور رات کو فراغت کے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اس کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ سینما جائے یا بدکاری کرے۔ غرض کثرت سے ذکر الٰہی کرنے کی وجہ سے اس کو ان فضولیات کیلئے وقت کب بچے گا۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جو عورت بکثرت یاد الٰہی کرنے کا نصب العین بنائے وہ کبھی لڑائی لڑ سکتی ہے اور ایسا مرد کبھی سینما جا سکتا ہے؟ جس عورت کو بکثرت یاد الٰہی کا شوق ہوگا۔ وہ زندگی کی ضروریات سے فراغت پا کر جتنا وقت بچے گا۔ وہ یاد الٰہی میں گزارے گی۔ بکثرت اللہ اللہ کرنیکی برکت سے ہر مرد و عورت کے دل میں خوف خدا پیدا ہو جائیگا۔ نہ وہ کسی سے لڑیگا۔ نہ وہ کسی سے لڑیگی۔ نہ وہ اپنا وقت لڑائی جھگڑے میں برباد کرینگے۔ نیکی کی طرف رجحان ہوگا۔ اور برائی سے بچنا پڑے گا۔ خالق اور مخلوق کی طرف سے خوف خدا پیدا ہوگا۔ اور وہ اپنے آپ کو رشتہ داروں پر ظلم کرنے سے بچائیں گے۔ بول و براز کیلئے بار مجبوری یاد الٰہی سے غافل ہوں تو ہوں۔ ورنہ جب بھی امور خانہ داری سے فارغ ہونگے ذکر الٰہی میں مشغول رہینگے جو لوگ دنیا میں وقت برباد کرینگے اور خدا کے ذکر سے غافل ہونگے وہ سزا پائیں گے۔ کئی کنبے لاہور میں ایسے ہیں کہ ہر وقت آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ شرم و حیا نام کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ یاد الٰہی کو نصب العین بنا لینے سے دل میں خوف خدا آ جائیگا۔ یاد الٰہی کی روح ہے خوف خدا۔ عامۃ الناس ڈر کی وجہ سے احکام الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں۔ خواص میں سے بعض خدا سے محبت کی وجہ سے یاد الٰہی کرنے والے ہونگے جیسے چھوٹا بچہ ماں کی مار کے ڈر کی وجہ سے اسکے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور بڑے ہو کر جب ماں بوڑھی ہو جائے تو محبت اور ماں کے ادب کی وجہ سے اس کی خدمت کرتا ہے۔ خواص محبت کا رنگ پکڑتے ہیں اور محبوب سمجھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ جو محبت سے ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو دوزخ میں کبھی ڈالے گا۔ خدا سے ڈر کر عبادت کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ اللہ تعالیٰ پہلے خوف اور پھر محبت سے عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ہمارے حضرت دین پوریؒ کے ہاں دستور تھا کہ رات کو عشاء کے بعد جماعت کو کھانے کیلئے پھیکا بھات دیتے تھے۔ جس میں پانچ سیر چاول اور دس سیر پانی ہوتا تھا اور اس میں نمک نہیں ہوتا تھا۔ بس پیالہ بھرا اور پی لیا۔ دن کو گھونگنیاں "گندم" کی بھنا کر دیتے تھے اور کپڑے کھدر کے جو کیکر کی چھال میں رنگ لیتے تھے تاکہ جلدی میلے نہ ہوں۔

حضرتؒ کا صحبت یافتہ ایک بوڑھا آدمی مجھ سے ایک مرتبہ پوچھتا ہے۔ مولوی صاحب کیا ہم خدا کو دیکھیں گے۔ میں نے کہا ہاں۔ ضرور دیکھیں گے۔ وہ کہتا ہے ہم نے خدا کی بڑی نعمتیں کھائی ہیں (حالانکہ صرف پھیکا بھات کھایا کرتا تھا) خدا کے دیکھنے کو بڑا ہی دل چاہتا ہے میرے دل پر اس کی بات کا بڑا اثر ہوا۔ یہ شیخ کی صحبت کا اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بکثرت یاد الٰہی کی توفیق عطا فرمائے۔

جب میں کسی کو بیعت کرتا ہوں تو اسکو دس تسبیح اللہ ہُو کی پڑھنے کو کہتا ہوں اور ویسے چلتے پھرتے بیٹھے گلی کوچہ بازار میں ہر وقت اللہ ہُو کا ذکر بکثرت کرنے کو کہتا ہوں کہیں بھی جائیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہوں مقصد یہ ہے کہ دن رات میں خدا یاد رہے جب بھوک لگی۔ روٹی سامنے آئی کھائی اور بھول گئے۔ پھر اللہ کے ذکر میں لگے رہے پہلا سبق اللہ ہُو کا ذکر ہے جو دس تسبیح گن کر کرنا ضروری ہے اور باقی چلتے پھرتے ہر وقت ذکر کرتے رہیں۔ جب دوسرا سبق پڑھتے ہیں تو میں پہلا سبق پانچ تسبیح پڑھنے کو کہتا ہوں۔ اور دوسرا دس تسبیح۔ پھر تیسرا سبق ہزار مرتبہ اور پہلے دو سبق پانچ پانچ سو مرتبہ پڑھنے کو کہا کرتا ہوں۔ جب کثرت سے خدا کی یاد کرینگے تو اس کا اثر نمودار ہوگا۔ جس طرح پانی کا قطرہ مسلسل خشک زمین پر پڑے تو کیچڑ اور دلدل کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا نام دل میں آئے گا تو یہ بھی رنگ لائیگا۔ میں عورتوں سے بھی کہا کرتا ہوں کہ بیٹی خدا کو یاد بہت کیا کرو۔ نجات پاؤگی۔ غرض مرد۔ عورت سب اللہ سے تعلق درست رکھو اور مخلوق خدا سے بھی تعلق ٹھیک رکھو۔ انشاء اللہ تعالیٰ نجات پا جاؤ گے۔ وما علینا الا البلاغ۔

مدرسہ ضیاء العلوم کا شاندار نتیجہ

میں یہ کہنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ امسال بھی گذشتہ سالوں کی طرح مدرسہ ضیاء العلوم (عیسے سٹریٹ نمبر ۱) فیض باغ لاہور اینگلو ورنیکلر کا نتیجہ سو فیصدی رہا ہے۔ تمام طلباء فسٹ و سکینڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ چنانچہ اظہار تشکر کے لئے مئی کے آخری ہفتہ میں مدرسہ کا ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

سیکرٹری علی اکبر ایم اے مدرسہ ضیاء العلوم فیض باغ لاہور

جامعہ اسلامیہ حیدر آباد میں

ایک قاری صاحب کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں داخلہ جاری ہے حفظ قرآن کرنیوالے بیرونی طلباء کیلئے خوراک اور رہائش کا بندوبست ادارہ کی جانب سے ہے

مدرسہ جامعہ اسلامیہ حیدر آباد

جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب لدھیانوی شیخوپورہ

فضائل و احکامِ قربانی!

رسم سالانہ قربانی، ابراہیمی سُنت کی یادگار ہے۔ جس کا تفصیلی واقعہ قرآن کریم کے تیئیسویں پارہ سورہ صٰفٰت میں درج ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاء علیہم السّلام کے خواب الہام الہٰی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس خواب کو حکم الہٰی سمجھ کر بیٹے سے پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے عرض کی اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کیجئے۔ مجھے خدا تعالےٰ کے فضل سے آپ صابر پائیں گے اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیمؑ صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔ جب ذبح کرنے کی غرض سے بیٹے کو لٹایا۔ اس وقت اللہ تعالےٰ کی طرف سے آواز آئی اے ابراہیم! تونے اپنے خواب کو سچا کر دکھلایا اور اللہ تعالےٰ نے بیٹے کے عوض ایک مینڈھا عطا فرمایا جسے حضرت ابراہیمؑ نے ذبح کیا۔

چونکہ شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین بُنیادِ ابراہیمی پر قصرِ شریعت محمدی تعمیر کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس لئے آپؐ نے بھی اپنی اُمت کو حصول رضائے الہٰی کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی تاکہ اُمت محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر کلمہ گو کا نور ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو جائے۔

قربانی ہر سال خدا کے راستہ میں جانِ عزیز پر آنے والی ہر مصیبت کو برداشت کرنے کی یاد تازہ کرتی ہے اور مقام تقویٰ کے حاصل ہونے کا وعدہ دلاتی ہے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان دنوں میں قربانی سے زیادہ اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی عمل پسند نہیں یہ سب سے بڑھ کر نیک کام ہے۔ ذبح کرتے وقت قربانی کے خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔ سبحان اللہ اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا۔ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔ جو شخص قربانی کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔

الغرض ابتدائے اسلام سے قربانی ایک اسلامی شعار چلا آرہا ہے۔ اور شریعت حقہ میں اس کی بڑی ترغیب دی گئی ہے۔ اور کم و بیش عالم اسلام میں اس عبادت کو بڑی دھوم دھام سے ادا کیا جاتا ہے۔ گو بعض نفس پرست لوگ اپنی جہالت کی بناء پر اس شعار میں ترمیم کرنے لگے ہیں کہ اس قدر قربانیاں کرنا اور گوشت ضائع کرنا تہذیب و عقل کے خلاف ہے اور یہ کہ جانوروں کی قیمت کا روپیہ کسی اور مفید کام میں لگایا جائے، جس سے کہ عوام الناس غریب طبقہ بے روزگاری کی مصیبت سے نجات پائے۔ لیکن ان کے عقلی قیاسات کا کیا اعتبار ہے، جبکہ یہ حقیقت نص قرآن حدیث اور اجماعِ صلحائے اُمت سے ثابت ہے۔ مگر تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بالعموم اس سُنت عالیہ مؤکدہ کو محض ایک دنیاوی شکل میں سرانجام دیا جاتا ہے۔ یعنی خلوص نیت و صحت اعتقاد کے ساتھ طلب رضائے الہٰی کی شرط کو جو کہ اصل روح ہے ترک کیا جا رہا ہے۔

چہل مسائل متعلق قربانی

(۱) قربانی اور اسی طرح ہر ایک عمل کو خدا تعالےٰ کی درگاہ میں تب قرب نصیب ہوگا جب کہ اس میں خالص نیت رضائے الہٰی ہو ایسی قربانی میں اصل مقصود گوشت پوست نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ آجکل اکثر لوگوں کا حال ہے

(۲) حرام روپے یعنی رشوت اور سود کے روپے سے قربانی کا جانور خریدنا اور ذبح کرنا حرام ہے۔ افسوس کہ لوگ آج کل اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

(۳) قربانی صرف ان لوگوں پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہیں یعنی جن پر شرعًا زکوٰۃ واجب ہے۔ بعض مقروض لوگ سودی روپیہ قرض لے کر یہ کام کرتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔ ہر مسلمان پر جو عقلمند ہو، دیوانہ اور مجنوں نہ ہو، بالغ ہو، آزاد ہو، مقیم ہو مسافر نہ ہو قربانی واجب ہے، قربانی کے دنوں میں حاجات اصلیہ سے زیادہ ساڑھے باون تولے چاندی ہو

(۴) اگر ایک حویلی میں کئی ایک صاحب نصاب رشتہ دار رہتے ہیں خواہ ان کا کھانا پینا اکٹھا ہی ہو جیسے باپ، بیٹا چچا، ماموں وغیرہ تو ان میں سے ہر ایک پر علیٰحدہ علیٰحدہ قربانی واجب ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی کی بیوی علیٰحدہ طور پر صاحب نصاب ہو تو وہ الگ قربانی کرے، یہ نہیں کہ سب کی طرف سے صرف ایک ہی قربانی دی جائے جیسا کہ رواج ہے ایسا کرنے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔

(۵) اکثر گنوار لوگ ذبح کرنے سے پہلے ذبیحہ کے چمڑے کی قیمت قصاب وغیرہ سے طے کرا لیتے ہیں۔ یہ بالکل ناجائز ہے!

(۶) قصاب کی مزدوری کا ذبیحہ سے پہلے فیصلہ ہونا چاہیئے اور علیٰحدہ کرنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ اس کے صلہ میں چمڑا دیا جائے یا چمڑے کی رعائتی قیمت میں اس مزدوری کو وضع کیا جائے اور بعض جاہل اس کے بدلہ میں قصاب کو گوشت زیادہ مقدار میں دے دیتے ہیں اس سے قربانی حرام ہو جاتی ہے

(۷) اکثر لوگ عقیدتًا و عملًا یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس ذبیحہ کے بعض اجزا و اعضا خاص خاص لوگوں کے حقوق میں داخل ہیں۔ مثلاً سری پائے علاقہ یا محلہ کی مسجد کے امام یا سقہ کے اور فلاں چیز فلاں آدمی کے حصہ کی۔ یہ عقیدہ اور یہ عمل ہر دو حرام ہیں۔

(۸) قربانی کی کھال کو فروخت کئے بغیر اپنے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ یعنی مصلّٰی اور ڈول وغیرہ اس سے بنایا جا

سکتا ہے۔ خود اپنے لئے فروخت نہیں کر سکتا اور اگر ناواقفی سے فروخت کر دیا تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ قربانی کا چمڑہ مستحق کو دینا بہتر ہے۔ تاہم صدقہ کرنے کیلئے فروخت کرنا درست ہے۔

(۹) بعض لوگ فقرا کو رقم دینے کی نیت سے چمڑے کو بیچ بھی ڈالتے ہیں تو وہ رقم خود ہی کھا جاتے ہیں فقرا کو ہرگز نہیں دیتے یہ ناجائز ہے اور بعض جاہل لوگ اپنی لڑکی کو دے دیتے ہیں۔ یہ بھی درست نہیں۔

(۱۰) عام طور پر یہ بات رواج پکڑ گئی ہے کہ صدقہ فطر کی طرح چمڑا یا اس کی قیمت امام مسجد علاقہ کو دے دی جاتی ہے۔ یہ اعتقاد اور عمل دونو غلط ہیں ہاں اگر امام مسجد صاحب نصاب نہ ہو اور اس کو امامت کے صلہ میں شمار نہ کیا جائے تو جائز ہے

(۱۱) اسی طرح مؤذن کو اذان کے معاوضہ میں دینا درست نہیں ہے۔ مسجد یا کنواں یا قبر یا میت کے کفن دفن میں لگانا بھی جائز نہیں۔ مسجد کی مرمت، چٹائی یا تیل یا ڈول رسی میں لگانا بھی درست نہیں ہے، چرم قربانی کا بہترین مصرف عربی مدارس کے وہ طلباء ہیں جو اپنا گھر بار چھوڑ کر علم دین حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔

(۱۲) عید الضحےٰ کے دن اپنی قربانی کے گوشت کے پکنے تک روزہ رکھنا اور اس کو عبادت سمجھنا حرام ہے جو چاہے کھائے۔ ہاں نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھانا بہتر ہے اور اپنی قربانی کے گوشت کو اول کھانا مستحب ہے۔

(۱۳) ہر شخص کے لئے جسے قربانی کرنی ہے ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے لے کر اس وقت تک کہ قربانی سے فارغ ہو جائے حجامت کے ذریعہ بال وغیرہ کٹوانا بہتر نہیں یعنی اس امر میں حاجی لوگوں کی صورت بنائے رکھے۔ بلکہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہ امر مستحب اور افضل ہے۔

(۱۴) گائے بھینس میں یہ ضروری نہیں کہ کہ سات آدمی ہی شریک ہوں۔ بلکہ دو تین چار تک بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ مگر واضح ہو کہ اگر ان حصہ داروں میں سے کسی ایک کا بھی ارادہ محض گوشت کھانا ہو۔ اصل مقصود رضائے الٰہی نہ ہو تو تمام حصہ داروں کی قربانی ناجائز ٹھہرے گی۔

(۱۵) کسی قربانی میں مثلاً چھ حصہ دار شامل ہوئے اور ان کے مشورہ سے جانور خریدا گیا بعد میں ذبح کرنے سے پہلے ساتواں حصہ دار شریک ہونا چاہتا ہے تو یہ امر مکروہ ہے۔ لیکن پھر بھی اگر شریک ہو گیا تو قربانی جائز ہو جائے گی۔

(۱۶) اور اگر ذبح کرنے کے بعد وہ ساتواں آدمی ملنا چاہے تو ہرگز نہیں مل سکتا

(۱۷) قربانی کے حصہ داروں کے گوشت کو محض تخمینہ اور اندازہ سے تقسیم نہیں کرنا چاہیئے بلکہ باقاعدہ تول کر تقسیم کرنا فرض ہے۔ ورنہ کمی بیشی کی بنا پر سودی معاملہ ہونے کی وجہ سے سب گنہگار ہوں گے۔ ہاں اس تقسیم میں سری، پائے، اوجھڑی، انتڑیاں وغیرہ شامل نہیں۔

(۱۸) مستحب ہے کہ گوشت کا ایک تہائی حصہ اپنے ان رشتہ داروں، ہمسایوں اور دوستوں کو دیا جائے، جنھوں نے قربانی نہیں کی اور ایک تہائی فقراء کو اور باقی تہائی اپنے مصرف میں لائے مگر جس وقت قربانی کرنے والا خود کثیر العیال ہو تو وہ سارا گوشت آپ ہی استعمال کر سکتا ہے۔

(۱۹) پکے پکائے ہوئے گوشت سے اپنے احباب کی مہمانی کرنا بطور ہدیہ بھیجنا افضل ہے۔ بشرطیکہ التزام اور نمائش نہ ہو۔

(۲۰) ایک جانور کو قربانی کے لئے خریدا بعدہٗ اس کو کسی غرض سے دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا اور نیا خرید لیا یہ مکروہ ہے۔ بلکہ پہلے ہی کو ذبح کیا جائے۔

(۲۱) قربانی کے ذبح کا وقت عید کی نماز کے ختم ہونے کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے قربانی کرنا ہرگز روا نہیں ہاں امام اعظمؒ کے نزدیک صرف گاؤں والے پہلے بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ کیونکہ گاؤں والوں پر نماز عید واجب نہیں۔

(۲۲) قربانی کا گوشت کافر اور بھنگی بھی لے سکتا ہے۔ مگر قربانی کا گوشت بیچنا کسی حالت میں درست نہیں۔ جیسے کہ بعض قصاب اس دن غیر مسلم لوگوں کے پاس فروخت کر دیتے ہیں۔

(۲۳) قربانی کے جانوروں کو رنگا رنگ کے پھول اور ریشم کے کپڑوں سے آراستہ کر کے مزاروں پر سجدہ کرانے اور منظوری لینے کے لئے لے جانا شرک ہے ایسے طریقہ سے قربانی حرام ہو جاتی ہے۔

(۲۴) بعض گمراہ لوگوں نے مرغی بلکہ اسکے انڈے کی قربانی کو بھی جائز قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ دنبہ، گائے، بیل، بھینسا، بھینس، اور اونٹ و اونٹنی کی قربانی جائز ہے بکرا بکری ایک سال کا، گائے، بیل وغیرہ دو سال کے اور اونٹ پانچ سال کا، دنبہ، چھترا وغیرہ وغیرہ چھ ماہ کے بھی جائز ہیں بشرطیکہ دیکھنے میں سال بھر کے معلوم ہوں۔

مندرجہ بالا جانوروں میں اگر کسی ایک کے پیدائش ہی سے سینگ نہ ہوں یا درمیان سے سینگ ٹوٹ گیا ہو۔ یا اس کا خول اتر گیا تو قربانی جائز ہے اسی طرح خصّی جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔

(۲۵) جن لوگوں کے عقیدے حدِّ ارتداد اور کفر تک پہنچے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل بعض لوگ ضروریات دین کے منکر ہیں۔ بعض ختم رسالت کے قائل نہیں بعض عالم آخرت کو نہیں مانتے، ایسے لوگوں کے ہاتھوں کے ذبح شدہ جانور کا گوشت لینا اور کھانا درست نہیں۔

(۲۶) بعض لوگ کسی مصلحت کی بناء پر گائے کی قربانی کو غیر مستحب بلکہ ناجائز قرار دے رہے ہیں سو یہ مناسب نہیں۔

(۲۷) حاملہ جانور کا بغیر کسی کراہت کے ذبح کرنا جائز ہے۔ البتہ دودھ دینے والا جانور کا قربانی کے لئے ذبح کرنا ممنوع اور مکروہ آیا ہے۔

(۲۸) جس جانور کی بیماری ظاہر نہ ہو یا ایسا لنگڑا کہ مذبح تک جا سکتا ہو۔ یا ایسا بوڑھا کہ اس کی ہڈیوں میں گودا باقی ہو اور اکثر دانت باقی ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(۲۹) اندھا، کانا، نصف یا نصف سے زیادہ کن کٹا یا دم کٹا یا جڑ سے سینگ ٹوٹ گیا ہو یا ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو ایسا لنگڑا کہ مذبح تک جا نہ سکتا ہو۔ ایسا بیمار کہ اس کی بیماری بالکل

مرکزی نظام العلماء اور ملک بھر کے علمائے کرام کی طرف سے آئین کمیشن کے سوالنامہ کے جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

دنیا بھر میں حجاز مقدس کو چھوڑ کر اور کوئی ملک ایسا نہیں جہاں پاکستانی مسلمانوں کی طرح مذہبی احساس اور دینی عصبیت پائی جاتی ہو۔ گو وہ عملاً کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں اسلام اور دینی عقائد کے بارہ میں ان کے احساسات نہایت لطیف ہیں اسی لئے پاکستان بننے سے تیرہ سال تک اسلامی آئین سے محروم رہنے کی وجہ سے وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے اور سابقہ پاکستانی حکومتوں کی بداعمالیاں ہیں ان کے نزدیک سب سے بڑا جرم یہی تھا کہ انہوں نے اپنے ذاتی اور اجتماعی اعمال میں اسلامی اقدار کو پامال کرنے کی کوشش کی۔ جس کے نتیجہ میں ان کو ذلت کا سامنا ہوا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ صدر محترم محمد ایوب خان نے عوامی اعتماد کے بعد پہلا جو کام کیا وہ آئینی کمیشن کا تقرر ہے صدر محترم کے متعدد بیانات اسلام کے حق میں آئے ہیں اور حال ہی میں انہوں نے بیان دیا ہے کہ اسلام کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی دوسرے کا احتیاج نہیں ہے۔

امید ہے کہ وہ خالص اسلامی آئین ملک کو عطا کر کے دنیا اور آخرت کی سرخروئی حاصل کریں گے۔ نظام العلماء مغربی پاکستان کے ہزاروں جلیل القدر علماء حق کی ذمہ دار اور نمائندہ جماعت ہے۔ اس کی مجلس عاملہ نے ۱۵ مئی سے ۱۸ مئی سنہ ۶۱ تک حضرت مولانا سید میرک شاہ صاحب کی صدارت میں اجلاس کئے جس میں ملک کے طول و عرض کے چوٹی کے چالیس علماء نے شرکت فرمائی۔ علماء اسلام سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت سنیہ سے باہر کیسے جا سکتے ہیں۔ انہوں نے آئینی کمیشن کے سوالنامے کے جوابات اسی اساس کی روشنی میں مرتب کئے۔ ذیل میں شرکاء اجلاس کے اسمائے گرامی درج ہیں

(۱) شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دامت برکاتہم امیر نظام العلماء مغربی پاکستان و امیر انجمن خدام الدین لاہور۔

(۲) حضرت مولانا میرک شاہ صاحب اندرابی شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور۔

(۳) حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب مردان۔ امیر نظام العلماء سرحد۔

(۴) حضرت مولانا اسلام الدین صاحب امیر نظام العلماء صوابی ضلع مردان ناظم اعلیٰ دار العلوم ترکڈھیر۔

(۵) حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب پوپلزئی مفتی سرحد پشاور۔

(۶) حضرت مولانا محمد ایوب صاحب بنوری مہتمم دار العلوم سرحد پشاور۔

(۷) حضرت مولانا حکیم عبدالسلام صاحب ہری پور ہزارہ

(۸) حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

(۹) حضرت مولانا عرض محمد صاحب امیر نظام العلماء بلوچستان و مہتمم مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ

(۱۰) احقر غلام غوث ہزاروی ناظم اعلیٰ مرکزی نظام العلماء مغربی پاکستان۔

(۱۱) حضرت مولانا اعجاز الدین احمد صاحب (عرفانی رشیدی) مصنف اسلامی دستور مملکت۔

(۱۲) حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نقشبندی۔ لاہور

(۱۳) حضرت مولانا منظور الحق صاحب خطیب جامع مسجد سعدی پارک لاہور

(۱۴) حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امیر نظام العلماء ضلع جہلم و مہتمم مدرسہ اظہار العلوم چکوال

(۱۵) حضرت مولانا قاری جلیل الرحمن صاحب مہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم سرگودہا۔

(۱۶) حضرت مولانا محمد حسین صاحب امیر نظام العلماء انارکلی لاہور

(۱۷) حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب خطیب جامع مسجد انارکلی لاہور

(۱۸) حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب ناظم انجمن خدام الدین لاہور

(۱۹) حضرت مولانا عبدالواحد صاحب ناظم مرکزی نظام العلماء و مہتمم مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ

(۲۰) حضرت مولانا محمد اجمل صاحب خطیب جامع مسجد قلعہ گوجر سنگھ۔ لاہور

(۲۱) حضرت مولانا حکیم شریف الدین صاحب مہتمم مدرسہ حنفیہ سلانوالی ضلع سرگودہا۔

(۲۲) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ سراج العلوم سرگودہا۔

(۲۳) حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر مبلغ اسلام مہتمم درسگاہ تعلیم القرآن بیرون دہلی گیٹ۔ لاہور

(۲۴) حضرت مولانا یوسف سلیم صاحب چشتی لاہور

(۲۵) حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب وائس پرنسپل اسلامیہ کالج خانیوال۔

(۲۶) قاضی شمس الدین صاحب صدر مدرس مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ

(۲۷) حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری مہتمم تعلیم القرآن ملتان شہر

(۲۸) حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فاضل رشیدی ناظم جامعہ رشیدیہ منٹگمری

(۲۹) حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب خطیب جامع مسجد اوکاڑہ۔

(۳۰) حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ

(۳۱) حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب قاسمی مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

(۳۲) حضرت مولانا عبدالحنان صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ اوکاڑہ۔ ضلع منٹگمری

(۳۳) حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب ناظم مدرسہ [illegible]

(۳۴) حضرت مولانا عبدالستار صاحب خطیب جامع مسجد راولپنڈی۔

(۳۵) حضرت مولانا حامد میاں صاحب امیر انجمن جامعہ مدنیہ لاہور

(۳۶) جناب شیخ حسام الدین صاحب۔ لاہور

(۳۷) حضرت مولانا تاج الدین صاحب بسمل ایڈیٹر [illegible]

(۳۸) حضرت مولانا محمد شریف اللہ صاحب مدرس جامعہ مدنیہ۔ لاہور

(۳۹) حضرت مولانا محمد ضیاء الحق صاحب صدر مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

(۴۰) حضرت مولانا محمد علی صاحب جانباز۔ سمندری لائلپور

العاجز۔ غلام غوث ہزاروی ناظم اعلیٰ نظام العلماء مرکزیہ۔ مغربی پاکستان۔ لاہور۔

سوال نمبر (۱)

آپ کے نزدیک پاکستان میں جمہوری حکومت کے پارلیمانی طریقے کی تدریجی ناکامی کی نوعیت اور اس کے اسباب کیا ہیں جن کی بدولت آخرکار سنہ ۱۹۵۶ء کے دستور کی تنسیخ عمل میں آئی۔ اس دستور کا ذکر سابق دستور کے نام سے کیا جائے گا۔

جواب نمبر (۱)

اس سوال کی تشریح یوں کی جا سکتی ہے:۔

(۱) کہ ملک میں مشکلات کا اضافہ کیوں ہوتا چلا گیا۔ ملک کی فضاء پر مایوسی، بددلی، بے چینی اور اضطراب کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کیوں چھا گئے، عوام کیوں بے اعتمادی کے شکار ہو گئے۔

(۲) حکومت کے مستحکم اور پائیدار ہونے کے بجائے اس کو آئے دن کی تبدیلیوں اور خطرناک بحرانوں سے کیوں دوچار ہونا پڑا جس سے پاکستان کی ساکھ تباہ ہوئی انجام کار فوج کو اصلاح حال کے لئے آگے آنا پڑا۔

اس پورے سوالنامے میں یہ سوال اور اس کا صحیح جواب ہی سوالنامے کی روح ہے لیکن اس کے جواب میں کچھ تفصیل ناگزیر ہے۔

مسلمان قوم کی تاریخ پر نظر ڈالیں۔ خلافت راشدہ کے تیس سالہ دور نے اسلام کی صداقت کی دھاک پورے عالم پر بٹھا دی۔ آج ہر مخالف بھی اس پر مجبور ہے کہ ان کی ترقی اور کامیابی کو ان کی توحید، اتباع سنت، دیانت و امانت، صدق و صفا، عدل و انصاف اور دینی صلابت کی غیر فانی صفات اور بہترین اسلامی اصول حکمرانی کا نتیجہ قرار دے وہ اللہ کے تھے اور اللہ ان کا تھا۔ اسکے بعد سو سال کا زمانہ دیکھیں کہ امراء و حکام میں اقتدار کے لئے مسابقت رہی۔ اتباع سنت میں بھی کمی آتی گئی۔ لیکن ملکی قانون صرف اسلام تھا اور اسلام ہی کی

سربلندی سب کے پیش نظر تھی - ان کی فتوحات کا ایک سرا اگر مراکش یا اسپین میں تھا تو دوسرا سرا بخارا اور روسی ترکستان میں ان کی قربانیوں کی نظیر پیش کرنے سے آج تک پوری دنیا عاجز ہے - اس کے بعد ایک ہزار سال تک جب کہ مسلم اقوام اور مسلم حکومتوں کا شیرازہ بکھر گیا - ہر ہر جگہ خود مختار قسم کی ریاستیں قائم ہو گئیں مگر تعلیم پھر بھی اسلامی تھی - اکثر اخلاق و عادات اسلامی تھے - جہاد اور قربانی اسلام کے لئے تھی - شرعی فیصلوں فتووں اور احکام کا احترام تھا - مسلمان دنیا بھر میں باعزت سمجھے جاتے تھے - ترکی کی خلافت عثمانیہ ایشیاء افریقہ . . . . . اور یورپ میں قدم جمائے ہوئے تھی دوسری طرف مغلیہ سلطنت جو کہ سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں رنگون سے تاشقند تک پھیلی ہوئی تھی - اس مبارک زنجیر کی دو کڑیاں اور آخری یادگار تھیں - سلطان موصوف نے علماء دین کا ایک آئینی کمیشن مقرر کیا تھا - جس نے مشہور فتاوٰی عالمگیری کی شکل میں اسلامی آئینی کمیشن مرتب کیا تھا جس پر تمام قلمرو میں عملدرآمد ہوتا تھا -

انگریز کی ہوشیاری

جب ادبار کا وقت آیا اور طرح طرح کے فریب اور حیلوں سے انگریزوں نے یہاں قدم جمائے آہستہ آہستہ مسلمانوں کی سطوت و عظمت خاک میں مل گئی اور اس کے کھنڈروں پر فرنگی نے اپنے اقتدار کے محلات تعمیر کر لئے - اب اس نے سوچا کہ مسلمانوں کی کامیابی اسلام کے اتباع اور قرآن کریم کی پیروی کی مرہون منت ہے تو اس نے ان کا مذہب تبدیل کرنے کی کوشش کی - لیکن جب جبر و اکراہ اور جارحانہ تبلیغ ناکام ہوئی تو اس نے نظام تعلیم اور دیگر طریقوں سے کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے دل سے اسلام اور اسلامی احکام کا وقار ختم کر دیا جائے - جن کے لئے وہ عزیز جانوں تک کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے - نیز چونکہ ہندوستان کی سلطنت انگریزوں نے مسلمانوں سے ہتیائی تھی - اس لئے انھوں نے پورا پورا زور مسلمانوں کی قوت کو توڑنے اور اخلاق و جذبات کے تباہ کرنے پر صرف کر دیا - اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جو زیادہ اونچائی سے گرتا ہے وہ زیادہ چوٹیں کھاتا ہے - چونکہ مسلمان قوم بہت بڑی اونچائی یعنی صدیوں کی سلطنت و حکمرانی سے گری تھی - اس لئے چور چور ہو گئی - انگریز کا جادو چل گیا - اس نے ان کی ذہنیت تبدیل کرنے پر پوری توجہ دی - اور مسلم رہنماؤں نے بھی زور دیا کہ دیکھنا کہیں نوکریوں کی دوڑ میں کسی اور قوم سے پیچھے نہ رہ جانا - چنانچہ انہوں نے پہلے ان سے چھوٹے چھوٹے احکام کی خلاف ورزی کرائی - پھر بڑے جرائم کا خوگر بنایا - نتیجہ یہ ہوا کہ جس قوم کا خمیر ہی اتباع اسلام اور قربانی سے بنا تھا - وہ غیر محسوس طریقے سے اسلام سے بیزار ہو گئی اور غیر شعوری طور پر اس کے دل سے اسلامی احکام کی پابندی عبادات و عقائد کی اہمیت کم ہو گئی - وہ آقا پرستی ضمیر فروشی اور خود فراموشی وغیرہ امراض کی شکار ہو گئی - ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم انفسھم جس قوم کا طرۂ امتیاز اشداء علی الکفار رحماء

بینھم تھا - اس کو ایسا مسخ کر دیا گیا کہ وہ ایک عہدے ایک اعزاز، ایک خطاب بلکہ چند ٹکوں کی خاطر کعبۃ اللہ پر گولیاں چلانے مسلمانوں کا قتل عام کرنے اور اللہ تعالٰے کے احکام کے مقابلے میں کفر کے اقتدار کے لئے جانیں لڑانے کے لئے تیار ہو گئی - خاصکر اونچا طبقہ اس سے زیادہ متاثر ہوا - اس اونچے طبقہ میں جاہ طلبی اور جنگ اقتدار کی طبعی خواہش پر برٹش ڈپلومیسی (لڑاؤ اور حکومت کرو) نے جلتی پر تیل کا کام کیا - جس کے نتیجہ میں انگریزی قرب حاصل کرنے، اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے ان میں خطرناک قسم کی پارٹیاں پیدا ہو گئیں - جن کے سرغنوں نے عوام کو بھی متاثر کیا ان لوگوں کے دل مسخ ہو چکے تھے اور وہ ہر چیز کو اسلام کی روشنی میں دیکھنے کے بجائے فرنگی کی عینک سے دیکھنے کے خوگر ہو چکے تھے - وہ لندن کے احکام کو وحی آسمانی اور کرزن کچنر کی عادات کو سنت کی طرح واجب التعمیل سمجھنے لگے -

حق کی آواز

مگر فرنگی کی اس کامیاب چال کے باوجود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اہل حق کی جماعت حق پر قائم رہی اور ان کی وجہ سے اہل اسلام کا ایک طبقہ اسلامی تہذیب اسلامی حکومت اور اسلامی برکات کے دوبارہ لانے کے لئے تڑپتا رہا - اور انہوں نے بانیٔ فساد فرنگی کے خلاف سلگتی ہوئی ہر بھٹی میں ایندھن ڈالنے اور کفر کو مغلوب کرنے کے لئے اپنی مساعی وقف کر رکھی تھیں جن سے مجبور ہو کر انگریز اختیارات اہل ملک کو سپرد کرنے کے لئے تیار ہو گیا -

بانیٔ پاکستان

اور جب بانیٔ پاکستان مسٹر محمد علی جناح نے پاکستان کا مطالبہ شروع کر کے اس حصہ ملک میں اسلامی تہذیب اور اسلامی قانون جاری کرنے کا اعلان کیا تو ملک کی غالب اکثریت نے ان کی ہمنوائی کی - مگر افسوس کہ چند مخلصین کو چھوڑ کر ان کے اردگرد زیادہ تر وہی لوگ جمع ہو گئے جو اسلامی اقدار سے بیزار اور فرنگی بچھڑے کے پرستار تھے - جن کو بانیٔ پاکستان نے پاکستانی مطالبہ کی حمایت کی خاطر برداشت کیا - مگر افسوس کہ مرحوم کو اصلاح حال کا موقع ہی نہ مل سکا -

لیاقت علی خاں

ان کے بعد مرحوم لیاقت علیخان نے حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رح سے مل کر قرار داد مقاصد پاس کی - جس کے ذریعہ پاکستان میں وعدوں کے مطابق کتاب و سنت کی حکومت قائم کرنی تھی - مگر ناقدر شناسوں کے ہاتھ بہت جلد ملک ان کی خدمات سے محروم ہو گیا - اب پاکستان میں شیطان کا تخت بچھ گیا -

ناکامی کی نوعیت

چنانچہ اس کے بعد آنے والی سابقہ حکومتوں کو ہر طرح ناکامی ہوئی - ملک میں بے چینی بڑھتی گئی - ملکی مشکلات میں اضافہ ہوا - بے دینی کا سیلاب آ گیا - حیاء و غیرت کا جنازہ نکل گیا - خانہ جنگی اور جنگ

اقتدار نے پاکستان کو رسوا کر ڈالا - وزارتی بحران اور حکمرانوں کی بدعملیوں سے ملک کی سالمیت ہی خطرہ میں نظر آنے لگی - وہ جمہوری حکومت تھی مگر برائے نام اور ناکام - عملاً وہ ڈکٹیٹرشپ تھی - مگر نالائق اور خود غرض - مسلمان تھی - مگر اسلام سے بیزار - ثنائی تھی - مگر باہمی موافقت ندارد اور وہ عملاً وحدانی تھی - مگر جغرافیائی اور قومی عصبیت کے ساتھ

ناکامی کے اسباب

جس کا اللہ تعالٰے اور اس کے سچے رسول پر اعتقاد و ایمان ہو گا وہ یہ کہنے پر مجبور ہے کہ ناکامی کا ایک ہی سبب تھا کہ اللہ تعالٰے ناراض تھے - مسلمان قوم کیلئے اللہ تعالٰے کا یہی قانون ہے کہ وہ ایمانی صفات اور اسلامی اعمال سے اتصاف پر نعمتیں عطا فرماتا ہے - خلافت اور تمکن فی الارض بھی دیتا ہے - لیکن نعمت کی ناقدری اور اللہ تعالٰی کی نافرمانی سے وہ ناراض ہو کر جلد یا مناسب ڈھیل کے بعد سنگین سزا دیتا اور نعمت چھین لیتا ہے ذلک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علی قوم حتی یغیروا مابانفسھم

اسباب ناکامی کی تفصیل

(۱) محسنین پاکستان کے وعدے تھے کہ پاکستان میں اسلامی تہذیب اور اسلامی قانون جاری کیا جائیگا مگر لیاقت علی خاں مرحوم کے بعد قرارداد مقاصد کو بھی طاق نسیاں میں رکھ دیا گیا - اور دین اسلام کی بیخ کنی شروع ہو گئی - ارباب اقتدار نے ثقافت اور آرٹ کے نام پر فواحش کی سرپرستی کی - غیر اسلامی تہذیب رقص و سرود، عریانی اور بے حیائی کو فروغ دیا - عصمت فروشی کے اور بیسیوں طریقے ایجاد ہوئے - ریڈیو سے زیادہ تر قوم کو گانے بجانے اور لہو و لعب کا خوگر بنایا گیا -

(۲) بعض عناصر نے جو بزعم خویش اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں سات کروڑ اکثریت کے جذبات کو مجروح کرنا اور اپنے عہدوں سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا

(۳) نااہلی، خود غرضی اور اسلام فروشی کا نتیجہ یہ نکلا کہ غلط درآمدی برآمدی غذائی پالیسی اور پرمٹ سسٹم وغیرہ سے ملک تباہی کے کنارے جا پہنچا -

(۴) جو بھی برسر اقتدار آیا - اس نے اپنے اقتدار کے بقاء کے لئے ہر طرح کے ناجائز ذرائع استعمال کئے - انتخابات ٹالتے گئے - اور جب کرائے تو ایسے کرائے کہ سرکاری اور غیر سرکاری عناصر اور سیاسی عیاروں نے دھاندلی مچا رکھی تھی - اور امیدواروں کے لئے بھی کوئی علمی عملی اور اخلاقی پابندی نہ لگائی گئی -

(۵) دس سال تک اتنے بڑے ملک کو سرزمین بے آئین بنائے رکھا - اور ان نو تہذیب یافتگان کو اتنا احساس خودی بھی نہ ہوا کہ دس سال تک انگریز کا ایکٹ ۱۹۳۵ء ہی مسلط رہا - آئین نہ بنانے کی اصل وجہ یہ تھی کہ درپردہ وہ خود اسلامی اقدار سے بیزار اور اغیار سے خائف تھے - اور اسلامی آئین میں ان کو اپنی موت نظر آتی تھی - بانیان پاکستان کے مسلسل وعدے اور پاکستان کی غالب اکثریت کے تقاضے کے خلاف غیر

اسلامی دستور بنانے کی کبھی جرأت نہیں تھی۔

سابق دستور

بالآخر ۱۹۵۶ء میں مجبوراً اسلام کے نام پر ایک دستور مرتب کیا گیا۔ مگر افسوس کہ اس میں بھی اسلام کے نام کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ اسلامی حکومت کے جس آئین میں مسلمانوں کو مرتد ہونے سے روکنے کے لئے کوئی ضمانت نہ ہو۔ بلکہ شخصی آزادی کی یورپین اصطلاح کی آڑ میں ہر شخص کو ارتداد کی اجازت دی گئی ہو اور آقتدار اعلیٰ اللہ تعالےٰ کا مان کر آخری فیصلہ کا اختیار اسمبلی کی اکثریت کو دیدیا گیا ہو۔ اور جس میں اس امر کی کوئی ضمانت نہ ہو کہ اس کا صدر اور وزیر اعظم صحیح العقیدہ اہل السنت والجماعت مسلمان ہوگا۔ اس کو اسلامی آئین کہنا بڑی جسارت ہے اس دستور میں اسلام کے نام کو بہت استعمال کیا گیا ہے مگر جسٹس منیر کے بیان کے مطابق دستور میں کتاب و سنت کے تذکرے کے سوا کوئی اسلامی خصوصیت نہ تھی۔

(۶) اندرون ملک نظم و نسق درست کرنے اور اسلامی ملکوں سے بہتر تعلقات قائم کرنے کے بجائے زیادہ تر توجہ یورپ اور امریکہ کی سیر و سیاحت پر مبذول فرمائی۔

(۷) حکومت کے تمام کاروبار میں زیادہ تر اہل دفاتر کی رپورٹوں اور مقامی افسروں کی باتوں پر ہی اعتماد کیا۔ حالانکہ وہ خود ان کی تقلید کرتے ہوئے ان سے بھی زیادہ گر چکے تھے۔ عوام کو کسی افسر کی بدعنوانیوں کے خلاف حرف شکایت زبان پر لانے کی جرأت نہیں تھی۔

سوال نمبر (۲)

ان اسباب یا ایسے ہی دوسرے اسباب کے پھر رونما ہونے کا سدباب کرنے کے لئے آپ کیا تدابیر تجویز کرتے ہیں؟

جواب:-

(۱) اس تدریجی ناکامی کی نوعیت و اسباب پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت بخوبی روشن ہو جاتی ہے کہ ہمارے ملک کے یقینی ارتقاء اور درخشاں مستقبل کو ہمارے سربراہوں کی بے دینی۔ اسلام سے ناواقفی، اسلامی اصول سے بیزاری اور مغرب کی غلط تقلید سے خطرناک دھکا لگا ہے۔ لہذا جب تک دیندار، دیانتدار اور تجربہ کار ہمدردان ملت کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور نہ آئے گی۔ اور وہ مغرب کی بجائے مدینہ منورہ کی تعلیمات کو نہ اپنائیں گے۔ اس وقت تک پاکستان اپنی شایان شان مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ ہمارے صدر محترم محمد ایوب خان صاحب کا تازہ بیان کہ ہم کو اسلام کے سوا کسی اور کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ واقع کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔

(۲) متذکرہ امور کا اعادہ تب ہی رک سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا خوف دل میں پیدا کیا جائے۔ ہم مسلمان ہو کر مسلمانی سے نہ شرمائیں۔ اللہ تعالےٰ کے قطعی وعدوں کے مطابق اس کی نصرت حاصل کرنے کے لئے اس کے دین کی حمایت کے لئے کمربستہ ہو جائیں اور وعدوں کا ایفا کرتے ہوئے پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی سٹیٹ بنائیں۔

(۳) واضح الفاظ میں اعلان کیا جائے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام اور اہل السنت والجماعۃ کا مسلک ہوگا۔ اور اس کا سربراہ صحیح العقیدہ مسلمان ہو۔ اسی طرح دیگر وزرا اور دیگر عہدہ دار بھی۔

(۴) تمام بدعقیدہ اور متعصب سیکرٹری اور عہدہ دار علیٰحدہ کر دیے جائیں۔ جن سے کروڑوں رعایا کے جذبات مجروح ہوئے یا ہو رہے ہیں یا ہو سکتے ہیں۔

(۵) اس کا اولین مقصد اسلامی تعلیمات کے عین مطابق، ملکی نظم و نسق چلانا اور رعایا کے دین و دنیا کی صلاح و فلاح کی جدوجہد قرار دیا جائے۔

(۶) اور فوری طور پر ملک سے فواحش، گانا بجانا ڈانس، چکلے وغیرہ کے خلاف سخت اقدامات کئے جائیں۔

(۷) ان تمام طریقوں کو ختم کر دیا جائے جو سابقہ حکومتوں نے ثقافت کے نام پر بے پردگی، بے حیائی اور عریانی کو فروغ دینے کے لئے اختیار کر رکھے ہیں

(۸) ارکان اسلام اور خاص کر نماز روزے کے لئے سخت سے سخت اقدامات کئے جائیں۔

(۹) تمام عہدہ داروں اور اہل کاروں سے آئندہ کیلئے عہد لیا جائے کہ وہ ان تمام مفاسد کو روکنے میں حکومت سے پورا پورا تعاون کریں گے۔

سوال نمبر (۳)

مذکورہ بالا سوالات کے بارے میں آپ جن نتائج پر پہنچے ہیں۔ ان کی روشنی میں

(۱) کیا آپ پارلیمانی نظام حکومت کو ترجیح دیتے ہیں یا صدارتی طرز حکومت کو؟

(۲) کیا آپ وحدانی طرز حکومت کے حق میں ہیں یا وفاقی طرز حکومت کے حق میں؟

جواب:-

نظام العلماء نہ برطانوی جمہوری پارلیمانی نظام کی سفارش کرتا ہے۔ اور نہ ہی امریکی طرز کی صدارتی حکومت کی۔ بلکہ مدنی طرز خلافت کی پیروی کو سرچشمۂ بصیرت بنانے کی تجویز کرتا ہے۔ جس کے محاسن و کامیابی کی تعریف و توصیف میں پورے چودہ سو سال سے دشمن بھی رطب اللسان ہیں۔ چودھویں صدی میں مسٹر گاندھی کو اپنے وزراء کو نصیحت کرتے ہوئے چاروناچار یہی کہنا پڑا کہ صدیق رضؓ و فاروق رضؓ کے نقش قدم پر چل کر کامیابی حاصل کرو۔

خلافت کی تشریح

وہ خلافت کیا تھی۔ اللہ تعالےٰ کی مخلوق پر اسکی منشاء اور ہدایات کے عین مطابق حکمرانی کرنے۔ اور ان کو انفرادی، اجتماعی دنیوی اور اخروی مصالح و مقاصد سے ہمکنار بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اعلیٰ پاکباز، بے لوث مخلص اور سب سے فائق بزرگ مقرر کیا جائے۔ جو کہ ان میں سے بہترین افراد کے مشورہ سے امور مملکت کو سرانجام دے۔ ارکان شوریٰ، اس کے ممد و معاون ہوں۔ اور وہ اس کے احکام کو نافذ کرنے والا وفادار بندہ ہو۔

یورپین جمہوریت کا محرک

جب اسلامی حکومت کی سطوت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ اس وقت سے پہلے اور بعد تک بھی یورپ یا استبدادی بادشاہوں کے ظلم کے نیچے دبا ہوا کراہ رہا تھا یا مذہبی پوپوں کی بے روح شخصیتوں کا پجاری تھا۔ نہ دلوں میں مذہب تھا اور نہ حکمرانی کے اصول۔ وہ مجبور تھے کہ بے روح مذہب کی بے جا مداخلت کو سیاست سے باہر نکال پھینکیں اور دوسری طرف مستبد و عیاش بادشاہوں سے پیچھا چھڑائیں۔ چنانچہ انہوں نے اسلام کی نقل کرتے ہوئے حکومت اور زندگی کے مختلف شعبوں کے لئے قوانین بنائے۔ مگر چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ انہوں نے مسلمانوں کے مذہبی جذبہ کی جگہ قومی اور ملکی جذبات ابھارے۔ مگر اس کے نتیجہ میں یورپ میں بیسیوں قومی علاقائی حکومتیں بن گئیں۔ جن میں کبھی آپس میں اتفاق نہیں رہ سکا اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے پاس ایک آسمانی ہدایت نامہ جامع و مانع آئین اور بہترین دستور ہے۔ اس پر یقین رکھ کر اس کو چلانے والے کسی بیرونی تقلید کے محتاج نہیں۔

اسلامی حکومت کی تشکیل

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف کے بعد پہلی اسلامی حکومت کس طرح بنی؟ مدینہ کے انصار و مہاجرین رضؓ پر علم و تقویٰ اور صحبت نبویہؐ کی وجہ سے تمام عالم اسلام کو کلی طور پر اعتماد تھا۔ گویا یہ بنی بنائی نمائندہ پارلیمنٹ تھی۔ انہوں نے بالاتفاق سب سے بہترین بزرگ حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خلیفہ بنایا اور اس کے بعد عام بیعت ہوئی۔ جس سے ہم عوام کی رائے و منشا کا مفہوم اخذ کر سکتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو نامزد کیا۔ جن کو مجلس شوریٰ (انصار و مہاجرین) نے منظور کیا۔ اس اعتماد کا حضرت صدیق رضؓ کو یقین تھا اور فرمایا تھا کہ میں نے تم پر تم میں سے ایک بہترین آدمی مقرر کر دیا ہے۔ عالم اسلام نے بھی اس پاک فیصلے کی تصدیق کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت چھ حضرات کی کمیٹی مقرر فرمائی کہ وہ اپنے میں سے ایک کو خلیفہ منتخب کریں۔ پھر حضرت علی رضؓ کا انتخاب بھی اسی طرح عمل میں آیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے انتخاب کے سلسلے میں فرمایا تھا کہ مجھے انہی لوگوں نے انتخاب کیا ہے۔ جنہوں نے پہلے خلفاءؓ کا انتخاب کیا تھا۔

پاکستانی حکومت

اگر آج ایسی معتمد علیہ کوئی جماعت نہ ہو جس کے فیصلے پر سارا پاکستان متفق ہو سکے تو ہمیں عوام میں سے ایسی جماعت منتخب کرنی ہوگی جس پر سارا ملک اپنے اعتماد کا اظہار کرے۔ اور وہ سب کی طرف سے امیر کا انتخاب کرے۔ اور پھر امور سلطنت میں یہ جماعت اس کا ہاتھ بٹائے۔ اور اگر ہمیں کامیابی کی اس یقینی راہ پر چلنا ہے تو انتخاب ایسے لوگوں کا کرنا ہوگا جو دیندار

اور دیانت داری میں مہاجرین و انصار جیسے نہ سہی لیکن ہم سب ہمیں سے ان صفات میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن مجلس شوریٰ کے رکن بننے والے کے لئے لازم ہے کہ وہ :۔

(۱) اپنے حلقہ انتخاب میں نسبتاً زیادہ دیندار دیانتدار اور دینی و دنیوی تعلیم سے بقدر ضرورت واقف ہو اور عام بصیرت کے ساتھ ارکان اسلام کا پابند ہو

(۲) مجلس شوریٰ کے منتخب ہونے والے ارکان خود اس کے طالب نہ ہوں۔ ورنہ وہ اس کے ناقابل قرار دیے جائیں گے۔

طریق انتخاب

مرکزی مجلس شوریٰ کے لئے براہ راست حلقہ ہائے انتخاب بنا دیئے جائیں یا صوبائی مجلس شوریٰ کے لئے حلقے بنا کر ان سے نمائندوں کا انتخاب کریں۔ پھر صوبجات کی مجالس شوریٰ اپنے میں سے مرکزی مجلس شوریٰ کے لئے نمائندے منتخب کرے۔ بہر دو صورتیں ہی قابل برداشت ہیں۔ مگر انتخاب اس طرح ہوگا۔

(۱) کوئی رکن خود نہ کھڑا ہوگا نہ درخواست دے گا۔

(۲) حلقہ والوں کا فرض ہوگا کہ وہ رکنیت کے لئے افسر انتخاب کے سامنے موزوں افراد کے نام پیش کریں۔

(۳) مجوزین اور موئدین میں شرائط شہادت کا پایا جانا ضروری ہے۔ وہ بیان حلفی دیں گے کہ جس کی وہ سفارش کرتے ہیں۔ وہ ان شرائط کا حامل ہے۔ جو رکنیت کے لئے مقرر ہیں۔

(۴) اگر حلقہ سے اس طرح مطلوبہ تعداد سے زیادہ نام آجائیں، تو افسر انتخاب شرائط کی روشنی میں چھان بین کریگا جو باقی رہ جائیں ان کو مطلوبہ تعداد کے نمائندے منتخب کر دینے کی ہدایت کرے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوں تو افسر انتخاب عام مجمع میں قرعہ اندازی سے ممبر کا انتخاب کریں۔ اس طریق انتخاب میں یہ خوبی ہے کہ الیکشن کے اخراجات، شہریوں کی تباہی، کروڑوں روپیہ کے ضیاع مستقل عداوتوں، جدال و قتال، بہتان تراشیوں اور جھوٹے پروپیگنڈے سے قوم کو نجات مل جائے گی نیز اس طرح کرنے سے غریب یا تعلق نہ رکھنے والے حقیقی اہل حضرات کے مشوروں سے قوم محروم نہ رہے گی۔

انتخاب امیر

(۱) کوئی شخص اپنے آپ کو امارت کے لئے پیش نہیں کر سکیگا۔ بلکہ مجلس شوریٰ اس عظیم منصب کے لئے ایسے حضرات کے نام پیش کرے گی۔

(ا) جن کی صورت اور سیرت اسلامی ہو۔

(ب) جو علم و عمل دیانت و امانت اور پابندی اسلام میں اعتدال سے ممتاز ہوں۔

(ج) جن کے تجربہ بصیرت اور سیاسی قابلیت پر اعتماد کیا جا سکے۔

(۲) انتخاب امیر کی تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے افسر انتخاب کے ساتھ ملک کے (۳) جید علماء اور (۳) اہل فکر حضرات یعنی چھ آدمیوں کی مجلس مقرر ہوگی جس کا انتخاب اسی مقصد کے لئے عمل میں لایا گیا ہو۔ اور جس کی موجودگی میں تحریک تائید رائے شماری اور قرعہ اندازی وغیرہ سارے امور سرانجام پائیں گے۔

(۳) اگر مجلس شوریٰ باہر سے امیر مملکت کا انتخاب کرے تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ مجلس شوریٰ کے تمام ارکان متفق ہوں۔ ورنہ وہ اپنے میں سے اوصاف امیر کی روشنی میں اس منصب کے لئے نام پیش کریں گے۔ نام پیش کرنے کے لئے ایک محرک اور دو موید ہوں گے جو تحریری طور سے حلف کے ساتھ موزوں نام پیش کریں گے

(۴) اگر ایک ہی آدمی کا نام پیش ہو تو وہ بالاتفاق امیر قرار پائے گا۔

(۵) زیادہ نام پیش ہونے کی صورت میں افسر انتخاب اور مجلس مبصرین حضرت خلیفہ سوم رضی کی انتخابی کمیٹی کے طرز پر ان میں سے بہترین آدمی چننے کی کوشش کرے گی اور بوقت ضرورت ان کو آخری فیصلہ کرنے کے لئے قرعہ اندازی کی بھی اجازت ہوگی۔

مجلس شوریٰ

(۱) اگرچہ امیر مملکت تمام امور سلطنت کا مختار و ذمہ دار ہوگا۔ تاہم وہ مجلس شوریٰ سے مشورہ کرنے کا پابند ہوگا۔ اور مجلس اس کی فرمانبردار۔

(۲) مجلس شوریٰ کے اجلاس سال میں کم از کم دو دفعہ ہوں گے۔

(۳) مجلس شوریٰ کو امیر کے عزل و نصب کا اختیار ہوگا۔ لیکن تاوقتیکہ امیر اصول و عقائد اسلامی پر ایمان رکھتے ہوئے امور مملکت بحسن و خوبی سرانجام دیتا رہے شرعاً اس کے عزل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نائب امیر

امیر اپنا نائب بھی مقرر کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے اختیارات میں سے جتنے چاہے کسی فرد یا جماعت کو منتقل کر سکتا ہے۔

ایک یا دو ایوان

امیر کو اختیار ہے کہ وہ مجلس شوریٰ میں سے ایک تعداد خصوصی شوریٰ کے لئے نامزد کرے جو ہر وقت مرکز میں رہ کر امور سلطنت میں امیر کی ممد و معاون ہو اس کے علاوہ امیر کو مختلف طبقات کے نمائندوں کو بلا کر مشورہ کرنے یا کسی کام پر معین کرنے کا بھی اختیار ہے

قانون سازی

اسلام میں قانون سازی کا حق کسی کو نہیں کتاب و سنت اور فقہی احکام کو نافذ کرنا حکومت کا کام ہے البتہ امیر مجلس شوریٰ کے مشورہ سے

(۱) احکام اسلام کے نفاذ کے لئے قواعد مرتب کر سکتا ہے۔

(۲) امور شرعیہ کے سوائے دیگر تمام انتظامی امور اور سلطنت کے کاروبار کے لئے بھی قواعد و ضوابط وضع کر سکتا ہے۔

شورائی حکومت

بہرحال اسلام نہ برطانوی جمہوریت سکھاتا ہے نہ امریکی صدارت بلکہ وہ خلافت الٰہیہ کا نظام قائم کرتا ہے جسے ہم شورائی امارت بھی کہتے ہیں۔

عدلیہ کی آزادی

امیر شوریٰ سے نظام عدل کے تقررات کرے گا اور ہر عدالت اپنے فرائض کی ادائیگی میں انتظامیہ کے اثرات سے مکمل آزاد ہوگی۔

سوال نمبر ۳ شق (۲)

وحدانی اور وفاقی

امیر مملکت میں مختلف صوبجات بنا سکتا مختلف صوبوں کے لئے حاکم مقرر کر سکتا اور گورنروں کو صوبائی مجالس شوریٰ نامزد کرنے کا اختیار دے سکتا ہے۔ نیز ان کو اپنے علاقوں کے لئے مخصوص قواعد و ضوابط مرتب کرنے کا اختیار بھی دے سکتا ہے۔

سوال نمبر ۴

اگر آپ پارلیمانی طرز حکومت کی سفارش کرتے ہیں تو پھر ان تدابیر کی نشاندہی کریں جن کو کام میں لانے سے ایک طرف تو حکومت کو پائیداری اور قرار نصیب ہو اور دوسری طرف پارٹیوں کی خاطر حکومت نے نظم و نسق میں جو روزمرہ بے جا دخل اندازی ہوتی ہے اس کی موثر طریق سے روک تھام کی جا سکے۔

سوال نمبر ۵

چونکہ صدارتی طرز حکومت میں اختیارات منقسم ہوتے ہیں اور اس تقسیم اختیارات کی وجہ سے انتظامیہ اور مقننہ ایک دوسرے سے آزاد رہ کر کام کرتی ہیں۔ اس لئے ایک ایسا طریق کار اختیار کرنا ضروری ہے جس سے حکومت کے مختلف شعبوں کے درمیان موافقت پیدا ہو اور تعطل رونما نہ ہونے پائے اگر آپ صدارتی طرز حکومت کی تائید کرتے ہیں تو پھر کیا آپ کے نزدیک روک تھام اور توازن کا وہی نظام جو امریکی دستور میں قائم کیا گیا ہے۔ ہماری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے مثلاً زر کے مطالبات خارجی تعلقات اور وزراء و سفراء اور انتظامیہ اور فوج کے اونچے عہدہ داروں کے تقرر کے معاملہ میں ؟ یا آپ اس میں کسی ترمیم کے خواہاں ہیں۔

سوال نمبر ۶

اگر آپ وحدانی طرز حکومت کے حق میں ہیں تو براہ کرم ان تبدیلیوں کی نشاندہی کریں جو آپ کے نزدیک موجودہ انتظامی ڈھانچے میں کرنی ہوں گی؟

جواب نمبر ۴، ۵، ۶ --- ان سوالات کا جواب سوال نمبر ۳ میں گذر چکا ہے۔

سوال نمبر ۷

اگر آپ وفاقی طرز حکومت کو ترجیح دیتے ہیں تو بتلائیے:۔

(الف) وفاق بنانے والی وحدتیں کون کون سی ہونی چاہئیں (ب) ان وحدتوں یعنی اصولوں میں سے ہر ایک کے لئے آپ کس طرز کی حکومت تجویز کرتے ہیں؟ (ج) آپ مرکز اور وحدتوں کے درمیان قانون سازی کے اختیارات کس طرح تقسیم کرینگے؟ (د) آپ وفاقی دارالحکومت کے انتظام کی کیا صورت تجویز کرتے ہیں

جواب نمبر ۷ ۔ یہ تمام باتیں امیر مملکت کی صوابدید پر ہوں گی

سوال نمبر ۸ ۔ کیا آپ اس سے متفق ہیں کہ صدر کو قانون سازی کے اختیارات بھی حاصل ہوں؟ اگر اتفاق ہے تو آپ کے نزدیک ان اختیارات کو وہ کن حالات میں استعمال کرے؟

سوال نمبر ۹ ۔ صدر کا انتخاب کس طریقے سے ہونا چاہئے

کیا آپ سفارش کرتے ہیں کہ انتخاب (۱) بالغ رائے دہندگی کے اصول پر ہو؟ (ب) یا محدود بالغ رائے دہندگی کے اصول پر۔ مثلاً اس شرط کے ساتھ کہ وہ خواندہ ہو یا ایک خاص حد تک جائداد کا مالک ہو (ج) یا ایک انتخابی ادارے کے ذریعے سے (۲) اگر آپ (ب) کے حق میں ہیں تو پھر رائے دہندگی کو آپ کن حدود سے محدود کریں گے (۳) اگر آپ (ج) کو ترجیح دیتے ہیں تو کیا پھر آپ اسی انتخابی ادارے کے قیام کی سفارش کرتے ہیں؟ جس کے ذریعہ حال ہی میں صدر کا انتخاب ہوا ہے (یعنی بنیادی جمہوریتوں کے حکم مجریہ ۱۹۵۹ء کے تحت لوکل کونسلوں کے منتخب ارکان؟ اگر آپ اس امر کے حق میں نہیں ہیں تو پھر آپ کونسا انتخابی ادارہ تجویز کرتے ہیں؟

جواب نمبر ۸ و ۹ — ان ہر دو سوالات کا جواب سوال نمبر ۳ کے جواب میں گذر چکا ہے۔

سوال نمبر ۱۰ ضمیمہ (د) میں وہ ساری دفعات درج ہیں جو سابق دستور میں صدر کے اوصاف، عہدے کی میعاد اور علیحدگی کے متعلق رکھی گئی تھیں کیا آپ اس بات کے حق میں ہیں کہ انہی کو من وعن اختیار کر لیا جائے یا ان میں آپ کسی ترمیم کے خواہاں ہیں۔ اگر آپ صدارتی طرز حکومت کے حق میں ہیں تو کیا آپ اس بات کی سفارش کرتے ہیں کہ ایک نائب صدر بھی ہو؟ اسے کس طرح منتخب کیا جائے۔ اور اختیارات کیا ہونے چاہئیں۔

جواب نمبر ۱۰ — حسب تصریح سابق ایک عمومی مجلس منتخبہ ہوگی جس کو مجلس شوریٰ کہا جائے گا۔ یہی مجلس امیر مملکت کا انتخاب کرے گی۔ امیر مرکز یہ منتخب اراکین مجلس شوریٰ کے سوا مزید مناسب ارکان مجلس شوریٰ کو بھی نامزد کر سکتا ہے۔ جن کے مشورہ سے وہ شرعی احکام کے ماتحت نظام مملکت کو چلائے گا۔ امیر نائب مقرر کر سکتا ہے لیکن نائب امیر اور امیر کیلئے شرائط یکساں ہوں گی جن کا جواب سوال ۳ کے جواب میں آ چکا ہے

سوال نمبر ۱۱ — کیا آپ ایک ایوانی مجلس قانون ساز کے حق میں ہیں یا دو ایوانی کے حق میں؟ ارکان کی تعداد کیا ہونی چاہیئے اور آپ اسے کس طرح متعین کریں گے؟

جواب نمبر ۱۱

حسب تصریح سابق ایک عمومی مرکزی مجلس شوریٰ ہوگی جس نے امیر کا انتخاب کیا ہے۔ امیر کو اختیار ہے کہ وہ اپنی سہولت کے لئے اس عمومی مجلس شوریٰ میں ایک خصوصی مجلس عاملہ نامزد کرے۔ اراکین مجلس شوریٰ کی تعداد کا تعین ودیگر امور امیر کی صوابدید پر موقوف ہونگے

سوال نمبر ۱۲ — مجلس قانون ساز کے ارکان کا انتخاب کس طرح کیا جائے؟ (۱) آپ اس امر کی سفارش کرتے ہیں (الف) بالغ رائے دہندگی کے اصول پر ہو (ب) با محدود بالغ رائے دہندگی کے اصول پر مثلاً یہ کہ دہ خواندہ ہو۔ یا کسی خاص حد تک جائداد رکھتا ہو۔ (ج) یا ایک انتخابی ادارے کے ذریعے سے؟ (۲) اگر آپ (ب) کے حق میں ہیں تو پھر رائے دہندگی کو کن حدود سے محدود کیا جائے؟ (۳) اگر آپ (ج) کو ترجیح دیتے ہیں تو کیا پھر آپ اس انتخابی ادارے کے قیام کی سفارش کریں گے جس کے ذریعے حال ہی میں صدر کا انتخاب ہوا ہے (ضمیمہ ج)؟ اگر آپ اس کے حق میں ہیں تو پھر آپ کونسا انتخابی ادارہ تجویز کرتے ہیں؟

جواب نمبر ۱۲ — اس کا تفصیلی جواب سوال ۳ کے جواب میں آ چکا ہے

سوال نمبر ۱۳

یہ سوال کہ انتخابات مخلوط رائے دہندگی کے اصول پر ہوں یا جداگانہ رائے دہندگی کے اصول پر سابق آئین میں پارلیمان کے فیصلے پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ آخر کار اس امر کا فیصلہ مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کی قراردادوں سے ہوا اور مخلوط رائے دہندگی کے اصول کو اپنا لیا گیا۔ کیا آپ اسی فیصلے کے حق میں ہیں یا اس سلسلہ میں کوئی اور تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں؟

جواب نمبر ۱۳

چونکہ اسلامی حکومت شرعی احکام پر مبنی ہوگی اس لئے اس کے بنانے اور چلانے والے صرف مسلمان ہی ہو سکتے ہیں۔ بنابریں مخلوط اور جداگانہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مملکت کے امیر کا فرض ہوگا کہ وہ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت شرعی اصول کے مطابق کرے۔

سوال نمبر ۱۴

مجلس قانون ساز کی رکنیت کے لئے کیا شرائط ہونی چاہئیں۔ اگر آپ دو ایوانی مجلس قانون ساز کے حق میں ہیں تو پھر آپ کے نزدیک ایوان بالا کی ہیئت ترکیبی کیا ہونی چاہیئے؟

(الف) کیا یہ انتخاب پیشہ ورانہ نمائندگی کے اصول پر کیا جائے جس میں اس بات کا بھی انتظام ہو کہ علم وتجربہ رکھنے والے ممتاز افراد نامزد کئے جا سکیں؟

(ب) یا یہ ایوان بھی ایوان زیریں کی طرح پورے کا پورا منتخبہ ہو۔ اور اس کے امیدواروں کے اوصاف ایوان زیریں کے ارکان کے اوصاف سے زیادہ ہوں۔

سوال ۱۵

آپ کی رائے میں دونوں ایوانوں کے (الف) متعلقہ اختیارات اور ان کی مدت (ب) ان کے باہمی تعلقات (ج) صدر کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہیئے؟

سوال ۱۶

اگر آپ وفاقی طرز حکومت کے حق میں ہیں تو پھر کیا وفاقی وحدتوں یعنی صوبوں کے لئے ایک ایوانی مجلس قانون ساز تجویز کرتے ہیں یا دو ایوانی؟

سوال ۱۷

اگر آپ صوبوں کے لئے دو ایوانی مجلس قانون ساز کے حق میں ہیں تو پھر

(الف) دونوں ایوانوں کے جدا جدا اختیارات اور ان کی مدت قیام (ب) ان کے باہمی تعلقات (ج) اور صوبے کے سربراہ یعنی گورنر کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہیئے؟

سوال ۱۸

اگر آپ ایک ایوانی مجلس قانون ساز کے حق میں ہیں تو پھر بتائیں کہ صوبائی مجلس قانون ساز کے گورنر کے ساتھ کیا تعلقات ہونے چاہئیں۔

جواب ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸

ان کا تفصیلی جواب سوال ۱۱ کے جواب میں گذر چکا ہے۔

سوال ۱۹

کیا آپ اس امر کے حق میں ہیں کہ گورنر کو قانون سازی کے اختیارات حاصل ہوں، اگر ایسا ہے تو پھر بتائیں کہ وہ انہیں کن حالات کے تحت استعمال کرے؟

جواب ۱۹

اسلامی مملکت میں کسی کو قانون سازی کا حق نہیں ہے۔ البتہ انتظامی معاملات میں شریعت کے مطابق صوبائی حاکم اپنا طریق کار اپنی مجلس شوریٰ کے مشورہ سے تجویز کر سکتا ہے

سوال ۲۰

سابق آئین کی دفعہ ۷۰ میں گورنر کے اوصاف استعفے کے طریق کار اور عہدے کی میعاد وغیرہ کے امور کے بارے میں جو ضوابط تھیں کیا آپ انہی کو اختیار کریں گے یا ان میں تبدیلی ضروری سمجھتے ہیں؟

جواب ۲۰

صوبائی حاکم (گورنر) کے اوصاف وہی ہوں گے جو رئیس مملکت کے ہیں اور اس کا عزل ونصب اور استعفا وغیرہ کا تعلق مرکزی امیر مملکت سے ہوگا۔

سوال ۲۱ سابق آئین کی دفعہ ۱۰۲ میں گورنر کو جو تحفظ دیا گیا تھا۔ آپ اسی کے حق میں ہیں؟ اگر حکومت وحدانی ہو تو کیا آپ پھر بھی کیا اسے اسی قسم کا تحفظ دینے کی سفارش کرتے ہیں۔

جواب ۲۱

صوبائی حاکم ہو یا مرکزی امیر قوانین شرعیہ یکساں طور پر حاوی ہوں گے۔ کوئی مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا

سوال ۲۲

کیا آپ یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ نئے دستور میں بنیادی انسانی حقوق اسی طرح صراحت کے ساتھ مقرر کئے جائیں جس طرح سابق آئین میں کئے گئے تھے یا آپ کا یہ خیال ہے کہ برطانیہ کی طرح اطمینان کے ساتھ ان حقوق کے تحفظ کا کام مجلس قانون ساز کی نیک نیتی اور عدلیہ کی دانشمندی و تجربہ کاری پر چھوڑ دیا جائے اور یقین کر لیا جائے کہ عدالتیں معروف ومسلم اصولوں پر خود عمل کروائیں گی؟

جواب ۲۲

نظام العلماء اس میں مندرجہ ذیل ترامیم ضروری سمجھتی ہے
سابق دستور دفعہ ۱۶ ۔ کسی کو غلام نہ بنایا جائیگا اس کے آگے یہ الفاظ بڑھائے جائیں ۔ ماسوا ان لوگوں کے جو مسلمانوں کو قتل کرتے یا ان کا ملک چھیننے کے لئے شمشیر بکف میدان جنگ میں آئے ہوں ۔ سابق دستور کی دفعہ ۱۷ کسی شہری کے ساتھ مذہب نسل اور ذات کی وجہ سے ملازمتوں میں امتیاز نہ برتا جائے گا ۔ اس کا عموم اسلام کے خلاف ہے ۔ اسلام بعض ملازمتوں میں عورتوں اور غیر مسلموں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا ۔ مثلاً عدالتی ملازمتیں ۔ اسلام کی رو سے قاضی یعنی ہر مجسٹریٹ اور جج کیلئے اسلام لازمی شرط ہے ۔ کسی غیر مسلم جج کے فیصلے سے مسلمان عورت کا نکاح فسخ نہیں ہو سکتا ۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں قانون اللہ تعالےٰ کا ہوتا ہے ۔ گویا اصلی فیصلہ کرنے والا اخرد باری تعالےٰ ہوتا ہے ۔ اور جج اس کا نائب ۔ جو اس کے حکم کو اس کی نیابت میں نافذ کرتا ہے ۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی غیرت کے خلاف ہے کہ وہ اپنا فیصلہ صادر کرنے کے لئے اپنے دشمن کو تجویز کرے جو اس کے احکام کی صحت پر بھی یقین نہیں رکھتا ۔ پس کسی غیر مسلم کا چاہئے وہ عیسائی ہو ہندو ہو یا مرتد کا جج بنانا چاہیے ۔ درجہ سوم کا ہو چاہے سپریم کورٹ کا ایسا ہی ناجائز ہے جیسے کسی ہندو کو نماز کا امام بنا دینا ۔ اسی طرح کلیدی اسامیوں پر بھی جس سے خدا کے دشمن خدا کے دستوں پر حکومت کر سکیں غیر مسلم کا تقرر جائز نہیں ہے ۔ لہٰذا اس دفعہ میں یہ ترمیم کی جائے (ماسوا ایسی صورتوں کے جہاں اسلام نے ممانعت کر دی ہو) سابق دستور کی دفعہ ۱۹ شق (ا) میں ہے کہ ہر شہری کو حق ہوگا کہ وہ کسی بھی مذہب کی پیروی یا اس کی تبلیغ کرے ۔ یہ شق سراسر غیر اسلامی ہے ۔ اسلام میں ارتداد سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں ۔ اس کی سزا سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قتل تجویز کی ہے ۔ پس اسلامی حکومت میں نہ کفر کی تبلیغ کی اجازت دی جا سکتی ہے نہ اسلام سے نکلنے کی ۔ لہٰذا اس دفعہ میں یوں ترمیم کی جائے (البتہ پاکستان میں سوائے اس اسلام کے جو ما انا علیہ واصحابی پر مبنی ہے اور کسی کی تبلیغ کی اجازت نہ ہوگی اور نہ کسی مسلمان کو ما انا علیہ واصحابی والے اسلام سے اہل سنت سے نکلنے کی اجازت ہوگی ۔

سوال ۲۳

کیا آپ نئے آئین میں مستقبل کی مجالس قانون ساز اور حکومت کی رہنمائی کے لئے وہی دیباچہ اور رہنما اصول برقرار رکھنا ضروری سمجھتے ہیں جو سابق آئین میں موجود تھے ۔

جواب ۲۳

تمہید میں یہ بھی درج ہو کہ چونکہ اسلام ہی وہ واحد جامع مانع قانون ہے جو دارین کی فلاح کا ضامن ہے لہٰذا بنی نوع انسان کی صحیح خدمت یہی ہے کہ ان کو اسلامی تعلیمات سے آراستہ کیا جائے ۔ چونکہ پاکستان کی تاسیس کا بنیادی تصور اسلامی تہذیب و تمدن کی ترویج اور پاکستان کی غالب اکثریت بھی نہ صرف اسلامی روایات کی حامل ہے ۔ بلکہ اس ملک میں اسلامی آئین کا مطالبہ کرتی ہے ۔ بنا بریں پاکستانی دستور کی بنیاد خالص اسلام پر ہونی چاہیئے ۔ لہٰذا پاکستانی مملکت کا فرض ہوگا کہ وہ مکمل اسلامی قانون کے نفاذ کے ساتھ مندرجہ ذیل امور کی پابندی کرے ۔ اور دفعہ ۲۵ ضمن ۲ شق د کے الفاظ یوں ہونے چاہئیں کہ زکوٰۃ ۔ اوقاف اور مساجد کا شرعی قواعد کے مطابق صحیح انتظام کرے ۔

دفعہ ۲۵ ضمن ۲ شق ب میں قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ سنت کا لفظ بھی بڑھایا جائے ۔

دفعہ ۲۸ ۔ ہ ۔ میں عبارت یوں ہونی چاہیئے ہر قسم کی مسکرات عصمت فروشی اور جوا ممنوع قرار دیا جائے ۔

دفعہ ۲۹ میں یہ الفاظ بڑھائے جائیں
مملکت کو لازم ہوگا کہ اسلامی اصول کی روشنی میں
دفعہ ۲۹ شق د کے موجودہ الفاظ کافی نہیں ہیں ان کی جگہ یہ الفاظ ہوں ۔
ربوٰ (سود) کی جملہ اقسام کا انسداد فوری طور پر کر دیا جائے ۔ اور ماہرین شریعت و اقتصادیات کی ایک کمیٹی ترتیب دے کر موجودہ بنک سسٹم کی جگہ ایسا خاکہ تجویز کریں ۔ جو اسلام کے اصولوں کے مطابق ہو ۔

سوال ۲۴

سابق آئین میں سپریم کورٹ اور عدالت ہائے عالیہ کے دائرہ اختیار اور ان عدالتوں کے ججوں کے اوصاف ، مدت ، تقرر اور برطرفی سے متعلق جو دفعات تھیں کیا آپ انہیں کو اختیار کر لینے کے حق میں ہیں ۔ یا ان میں کوئی ترمیم ضروری سمجھتے ہیں ؟

جواب ۲۴

ججوں کی استعداد کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کا ماہر ہونا ضروری ہے ۔ ان کا عزل و نصب اور تعداد حسب ضرورت امیر مملکت اور مجلس کے مشورہ سے ہوگا ۔

سوال ۲۵

کیا آپ اٹارنی جنرل اور ایڈووکیٹ جنرل سے متعلق سابق آئین کی دفعات کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں یا اس بارے میں کچھ اور تجاویز پیش کرتے ہیں ؟

جواب ۲۵

اٹارنی جنرل اور اس کے متعلق جملہ امور کا تصفیہ سربراہ مملکت کے صوابدید پر موقوف ہوگا ۔

سوال ۲۶

سابق دستور کی دفعات ۱۷۹ تا ۱۸۳ سرکاری ملازمین کی شرائط ملازمت ، میعاد ، عہدہ ، بھرتی اور نظم و ضبط وغیرہ امور سے بحث کرتی ہیں کیا آپ انہی کو مناسب سمجھتے ہیں یا ان میں کسی ترمیم اور تبدیلی کے خواہاں ہیں ۔ اگر آپ تبدیلی کے حق میں ہیں تو براہ کرم مطلوبہ تبدیلیوں کی نشان دہی کریں ۔

جواب ۲۶

۔ سرکاری ملازمین کے لئے مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا جاتے ۔

(۱) سرکاری ملازمین کے لئے دیانتداری ۔ کار مفوضہ کی ادائیگی کی اہلیت اور اخلاقی پاکیزگی شرائط ضروریہ میں سے ہیں ۔

(۲) رشوت ستانی ۔ یا کسی اخلاقی جرم کی وجہ سے معزول کیا جا سکے گا ۔

(۳) اس کو اپنی براۃ یا حق رسی کے لئے پورا موقع دینے کی گنجائش رکھی جاتے

(۴) بقیہ امور امیر مملکت کے سپرد ہوں گے ۔

سوال ۲۷

فرانس میں ایک جامع نظام موجود ہے جسے انتظامی قانون کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ قانون (الف) خود اپنے ملازمین کے ساتھ حکومت کے تعلق اور باب نظم و ضبط وغیرہ کو اور (ب) سرکاری فرائض کی انجام دہی کے دوران میں پبلک کے ساتھ سرکاری ملازمین کے برتاؤ کو ضابطے اور قاعدے میں لاتا ہے اس کے لئے وہاں انتظامی عدالتیں قائم ہیں جن کے اوپر سب سے بڑی انتظامی عدالت ہے جو کونسل آف سٹیٹ کہلاتی ہے ۔ یہ کونسل زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے مختلف افراد پر مشتمل ہوتی ہے اور مذکورہ بالا امور میں فیصلے کی آخری عدالت کے فرائض انجام دینے کے علاوہ بہت سے اہم معاملات میں حکومت کے مشیر کی حیثیت سے بھی کام کرتی ہے فرانس میں یہ نظام نہایت تسلی بخش سمجھا جاتا ہے ۔ کیا آپ کے نزدیک اس نظام کو کچھ رد و بدل کے ساتھ اس ملک میں رائج کر دینا فائدہ مند ثابت ہوگا ؟

جواب ۲۷

۔ فرانسیسی نظام کی جگہ ہر ضلع میں ایک ایسی اسامی کا تقرر کیا جائے جس کے پاس عوام اپنی ایسی شکایات پیش کر سکیں جو انہیں سرکاری ملازمین کی طرف سے اپنے فرائض کی ادائیگی بے توجہی یا بدسلوکی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہوں ۔

سوال ۲۸

سابق آئین میں پبلک سروس کمیشن سے متعلق جو دفعات تھیں ۔ کیا آپ انہیں کو اختیار کرنے کی سفارش کرتے ہیں یا کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں ؟

جواب ۲۸

(۱) مرکزی پبلک سروس کمیشن کا تقرر صدر مملکت اپنی شوریٰ کے مشورے سے اور صوبائی پبلک سروس کمیشن کا تقرر گورنر اپنی مجلس شوریٰ کے مشورے سے کرے ۔

(۲) کمیشن کے ارکان اپنی دیانت ۔ امانت ۔ استعداد اور اخلاقی برتری میں ممتاز حیثیت رکھتے ہوں ۔

سوال ۲۹

کیا تمام مدارج کے انتخابات کا انتظام

پاکستانی انتخابی کمیشن کے سپرد کیا جائے؟ اور کیا اسی کو ان تمام تدابیر پر عمل درآمد کرنے کا ذمہ دار قرار دیا جائے جو عام اور ضمنی انتخابات کے لئے تیاری کرنے اور ان کا انتظام کرنے کے لئے ضروری ہیں؟

جواب ۲۹

انتخابی کمیشن کا تقرر ملک میں ضروری ہے جس کا تقرر امیر مملکت بمشورہ شوریٰ کریگا۔ اور اس کے فرائض میں سے ہوگا کہ وہ ان خرابیوں کا انسداد کرے جو ملک میں صحیح انتخابات کے راستہ میں حائل ہو سکتی ہیں۔

سوال ۳۰

کیا انتخابی فہرستوں کی تیاری اور ان پر نظر ثانی کرنے کا کام انتخابی کمیشن انجام دے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ بنیادی جمہوریتوں کے انتخاب کے لئے فہرستیں تیار کرنا اور پھر انتخابات کرانا انتخابی کمیشن کی نگرانی میں ہو یا یہ فرائض انتظامیہ کو سونپے جائیں؟

جواب ۳۰

انتخابات کے متعلق تمام امور انتخابی کمیشن کے سپرد کئے جائیں۔

سوال ۳۱

کیا چیف الیکشن کمشنر اور انتخابی کمشنروں کا تقرر صدر ریاست اپنی صوابدید سے کرے یا اس تقرر کے لئے مقننہ کی منظوری بھی لازمی سمجھی جائے؟ یا آپ انتخابی کمیشن کی آزادی برقرار رکھنے کے لئے اس کے تقرر کا کوئی اور طریقہ تجویز کرتے ہیں، یا آئین میں اس کے لئے کچھ اور دفعات رکھوانا چاہتے ہیں؟

جواب ۳۱

انتخابی کمیشن کا تقرر امیر بمشورہ شوریٰ کرے گا

سوال ۳۲

سابق آئین کی دفعہ ۱۴۲ حد بندی کمیشن سے بحث کرتی ہے اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے کیا آپ اسی کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں یا کسی تبدیلی کی سفارش کرتے ہیں؟

جواب ۳۲

سربراہ (امیر) مملکت شوریٰ کے مشورہ سے اس سلسلہ میں جو طریقہ مناسب سمجھے اختیار کر سکتا ہے۔

سوال ۳۳

سابق دستور کی جو دفعات ان اقدامات سے بحث کرتی ہیں۔ جو دوران جنگ یا داخلی اضطرابات کی حالت میں کئے جائیں۔ کیا آپ انہی کو کافی سمجھتے ہیں؟ یا ان میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں؟

جواب ۳۳

ملک کی سالمیت اور اندرونی انتشار کو دور کرنے کے لئے اسلامی حدود کے اندر امیر مملکت مع شوریٰ جو طریق کار چاہے اختیار کر سکتا ہے۔

سوال ۳۴

کیا آپ نئے دستور میں ایسی کچھ دفعات رکھنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسلام کی بنیادی اقدار اور زندگی کے تغیر پذیر حالات پر ان کے انطباق کا مطالعہ کرنے میں مدد دی جائے۔ اگر ایسا ہے تو آپ اس کے لئے کیا خاص تدابیر تجویز کرتے ہیں؟

جواب ۳۴

(۱) اسلامی اقدار ٹھوس حقائق ہیں جن کی صحیح تعبیرات وہی ہیں جو اسلام کے اولین مخاطبین اور سلف صالحین نے ہم تک پہنچائی ہیں اس لئے کتاب و سنت کو اسلاف کی تشریحات کی روشنی میں پڑھنا پڑھانا اور اس کی اشاعت لازمی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ تمام سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کتاب و سنت کی تعلیم لازمی ہے۔ پرائمری تک تصحیح الفاظ کے ساتھ ناظرہ قرآن کریم اور ابتدائی مسائل کی تعلیم۔ مڈل اور ہائی سکولوں میں ترجمہ قرآن مجید اور سیرت و سنت کی مختصر تعلیم اور کالجوں میں قرآن کریم کی پوری تفسیر احادیث و فقہ اسلامی کی معتدبہ تعلیم ہو اس کے لئے نظام العلماء ہر طرح کے معلم مہیا کرنے کے لئے تیار ہے۔

ب: علاوہ ازیں اسلامی تہذیب و سیرت اور اسلامی اخلاق و عادات کے احیاء کے لئے اسلاف کے لٹریچر کے تراجم شائع کئے جائیں۔ اور اسلامی تاریخ کو چار چاند لگانے والی فارسی عربی تصانیف پر مشتمل دار المطالعے قائم کئے جاویں اور دیگر زبانوں میں بھی ایسی تصانیف کی کثرت ہے ان کی اشاعت کی جائے نیز پبلک تربیتی لائبریریوں سے تمام خلاف اسلام لٹریچر نکال دیا جائے۔

ج: ریڈیو میں گانے کی جگہ بہادران اسلام اور اسلاف کے کارنامے بیان کئے جائیں۔

(د): آزادی نسواں کے نام پر مستورات کی جو بے حرمتی کی جا رہی ہے اور اُسے اس پاک مقام و منصب سے جو اسلام نے اس کے لئے تجویز کیا ہے گرایا جا رہا ہے اس کا انسداد کر کے معاشرے کی اصلاح کی جائے

(ہ): تمام اخلاق سوز لٹریچر اور اخلاق و عادات بگاڑنے والے مراکز سینما تھیٹر ڈانس گھر اور مخلوط تعلیم وغیرہ کو بند کر دیا جائے۔

سوال ۳۵

سابق آئین میں یوم آئین کے بعد سے دس سال تک قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں خواتین کے لئے نشستیں مخصوص کی گئی تھیں کیا آپ اس قسم کی تخصیص کو ضروری سمجھتے ہیں؟

جواب ۳۵

اسلام چونکہ ان اداروں میں ان کی شرکت کو درست نہیں سمجھتا اس لئے تخصیص اور عدم تخصیص کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال ۳۶

آپ اچھوتوں اور پسماندہ طبقات کے لئے کون سی خصوصی دفعات تجویز کرتے ہیں؟

جواب ۳۶

اسلام میں اچھوت کسی کو قرار نہیں دیا جا سکتا اور جہاں کہیں پسماندہ طبقات یا علاقوں سے کوئی اخلاقی یا اقتصادی بے انصافی کی گئی ہو اس کا ازالہ کیا جائے۔

سوال ۳۷ سابق دستور میں مستثنیٰ اور مخصوص کے لئے جو دفعات رکھی گئی تھیں کیا آپ ان میں کسی تبدیلی کی سفارش کرتے ہیں؟

جواب ۳۷

اسلامی آئین تمام علاقوں پر یکساں حاوی ہوگا۔

سوال ۳۸

دستور میں ترمیم کے لئے آپ کیا صورتیں تجویز کرتے ہیں؟ کیا آپ سادہ اکثریتی ووٹ کے ذریعہ سے یا اس سے بڑے مثلاً دو تہائی یا تین چوتھائی اکثریت کے ذریعہ ترمیم پسند کریں گے؟

جواب ۳۸

احکام و ضوابط شرعیہ کے علاوہ احکام میں امیر مجلس شوریٰ کے مشورہ سے مناسب ترمیم کر سکتا ہے۔

سوال ۳۹

ایک ایسی جمہوریت کے قیام کے لئے جو تغیر پذیر حالات کے ساتھ مطابقت پیدا کرتی جائے اور جو انصاف، مساوات اور رواداری کے لئے اسلامی اصولوں پر مبنی ہو، آپ دوسری کیا تجاویز پیش کرتے ہیں؟

جواب ۳۹

(۱) اسلام میں ایسی جمہوریت کا وجود نہیں ہے جس میں حق کے مقابلہ میں اکثریت کے بت کی پوجا کی جائے۔ جہاں شورائی نظام ہے جسے اسلامی جمہوریت کہا جا سکتا ہے لیکن یہ بات قطعاً غلط ہے کہ مسلمان یورپ کی طرح کی جمہوریت بنا دیں تو اس کا نام اسلامی جمہوریت رکھ لیا جائے یا ناچ گھر کا نام اسلامی ناچ گھر رکھ لیا جائے

(۲) اگر برطانیہ کا سرکاری مذہب پروٹسٹنٹ ہے جو کیتھولک فرقہ کے مقابلہ میں عیسائی فرقہ ہے۔ تو پاکستان کی ۹۵ فی صد آبادی کے ملک میں سرکاری مذہب سے مراد اہل سنت والجماعت مراد لینے میں کیا حرج ہے۔ ورنہ جمہور کے نام سے جمہوریت جمہوریت کے نعرے لگانے سے کیا فائدہ ہے۔

(۳) استحکام سلطنت کے لئے حکومت و رعیت کا متحد المذہب ہونا بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اسی کی خاطر یورپین قومیں اپنے مقبوضات یا دوسرے ممالک میں اپنے مذہب کی اشاعت پر کروڑوں روپے خرچ کرتی ہیں۔ اگر اتحاد مکمل نہیں تو غالب اکثریت بھی بڑی قوت ہوتی ہے لیکن اگر ملک میں ایسی اقلیتوں اور فرقوں کو پاؤں پھیلانے کے مواقع

سے گئے جو مستقبل میں مستقل خطرہ بن سکتی ہیں تو یہ خطرناک اور مجرمانہ غفلت ہوگی۔ جنوبی افریقہ اور الجزائر کی فرانسیسیوں کی امنت اس حقیقت کے گواہ عدل ہیں لہذا پاکستان کو اس قسم کے خطرات میں ڈالنے کا انسداد کیا جائے۔ اور

(الف) عیسویت کی اشاعت کو پاکستان میں حکماً بند کر دیا جائے جس کا بند کرنا ہمارا مذہبی فریضہ بھی ہے۔

(ب) مرزائی فرقہ کے بانی نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے اور اس فرقہ کے پیروؤں کو انفرادیت اور مستقل نظم و نسق کے شوق کا علم اظہر من الشمس ہے اس فرقہ کو مصر و شام وغیرہ کی طرح خلاف قانون قرار دیا جائے یا کم از کم کسی مسلمان کے مرزائی یا عیسائی ہونے کو قانوناً جرم قرار دیا جائے۔

(۴) اگر نئے حالات امور شرعیہ مصرحہ کے سوا ہیں تو ارباب فکر و نظر کو ہر طرح ان سے تطابق پیدا کرنے اور قوت حاصل کرنے کی امکانی کوشش کرنی جائز بلکہ فرض ہے۔ اس کے لئے حکومت مختلف تحقیقاتی کمیٹیاں اور ادارے مقرر کر سکتی ہے جو بیرونی ممالک سے بھی استفادہ کا انتظام کریں۔ لیکن اسلام کے صریح احکام کو بدلتے ہوئے حالات کے سانچہ میں ڈالنا یعنی ان کی ایسی تعبیرات کرنا جو اسلاف اور اسلام کے مخاطبین اولین کی تعبیرات کے خلاف ہوں ظلم عظیم ہے۔ حوادث و حالات پر اسلام کو قاضی بنایا جائے۔ نہ کہ اسلام کی حجامت بنا کر حالات کے مطابق کیا جائے

(۵)۔ پاکستانی حکومت کو اسلامی عدل و انصاف اور مساوات و رواداری پر مبنی ظاہر کرنا پرانا قاعدہ ہے۔ اگر ان باتوں کو سارے اسلام کا ست بنا کر پیش کیا جائے تو غلط ہے اسلام کے ان کے سوا بیسیوں اصول ہیں اور تمام اسلام پر عمل کرنا فرض ہے۔ ادخلوا فی السلم کافۃ بعض کو لے کر بعض کو ترک کر دینا حرام اور کفر ہے۔ اسی طرح ان الفاظ کے مفہوم سے غلط معانی مراد لینا بھی الحاد ہے اسلامی عدل و مساوات کا یہ عالم ہے کہ امیر المومنین اور یہودی دونوں ایک عدالت میں فریقین کی حیثیت میں پیش ہوتے ہیں لیکن ان الفاظ کی آڑ میں مردوں اور عورتوں کی فطری حدیں توڑ دینا یا وجوب اطاعت میں امیر اور غیر امیر کو برابر قرار دینا جہالت کا نتیجہ ہوگا اسی طرح اسلامی رواداری کا مقام اتنا اونچا ہے کہ ہر غیر مسلم رعایا (ذمی) کے قتل کے قصاص میں بڑے سے بڑے مسلمان کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ غیر مسلم عورت کی عصمت دری پر مسلمان کو سنگسار کیا جا سکتا ہے۔ مگر رواداری کی آڑ میں ان کو جج (قاضی) بنانا، کلیدی اسامیوں پر مقرر کرنا اور اسلام کے خلاف ان کو تبلیغ کا حق دینا اسلام اور اسلامی احکام کی توہین ہے۔ جیسے پاکستانی حکومت کی مخالفت میں رواداری نہیں برتی جا سکتی اسی طرح الٰہی حکومت کے خلاف غلط رواداری کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

(۶) پس شورائی حکومت عدل کے قیام کے لئے وہی تجاویز پیش کرتے ہیں جن کا تفصیلی ذکر گزشتہ جوابات میں آ چکا ہے

سوال نمبر ۴۰

کیا آپ ہمارے دائرہ کار کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی اور تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں؟

جواب نمبر ۴۰

(۱) اگر دستور اسلامی ہے تو اس میں امور شرعیہ میں کسی وقت ترمیم یا تنسیخ کا حق نہ ہوگا

(۲) اسلام میں ہنگامی اور غیر ہنگامی سب ہی حالات کے لئے احکام موجود ہیں اس لئے کسی وقت بھی قانون معطل کر کے مارشل لاء نہ لگایا جائے۔ البتہ عند الضرورت قیام امن اور نفاذ احکام کے لئے فوج کی مدد لی جا سکتی ہے۔ اور ان تمام امور کا اختیار حکومت کے شرعی سربراہ کو حاصل ہے۔

(۳) پاکستان کی تاریخ بتا رہی ہے کہ یہاں چھوٹے فرقوں نے ہمیشہ تنگ خیالی اور تعصب کا ثبوت دیا ہے جس سے ہمیشہ غالب اکثریت نالاں و پریشان رہی ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔ اسی طرح استحکام حکومت اور جمہور کے احساسات کا تقاضا ہے کہ ملک کی عام رعایا کو حکومت کی طرف سے مطمئن کرنے اور خدشات و شبہات دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کلیدی اسامیوں اور سیکرٹریٹ کی ذمہ داریوں پر ایسے افراد کو نہ رکھا جائے۔

(۴) احکام کی تفصیل مرتب کرتے وقت ملک کی ۹۵ فی صد آبادی کی فقہ حنفی کی رعایت ضروری ہے۔ دوسرے فرقوں کے معاملات ان کے مذہب کے مطابق طے کئے جا سکتے ہیں۔

(۵) گزشتہ واقعات کی روشنی میں یہ امر یقینی ہو گیا ہے کہ محرم کے جلوسوں میں بہت سی جگہ بے گناہ قتل ہوتے اور فسادات کی آگ بھڑکی ہے۔ اور جن کی روک تھام یا اجازت دینے نہ دینے کے سلسلہ میں حکومت اور حکام کو بیسیوں دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا ان جلوسوں کو قطعاً بند کر دینا چاہئے۔ اور محرم میں سنی مواعظ ہوں یا شیعہ مراسم سب ساجد یا امام باڑوں میں ادا کئے جائیں۔

(۶) قانون کی شکل یہ ہو کہ یا تو حکومت ملکی ضروریات کی تمام اشیاء کو مہیا کرنے کا ایسا انتظام کرے کہ موجودہ گرانی اور مہنگائی ختم ہو جائے یا تجارت پر سے تمام پابندیاں ختم کر دی جائیں۔

(۷) تمام مذہبی امور میں علماء دین سے مشاورت لازمی قرار دی جائے اور اس کے لئے مرکز اور صوبجات میں چند جید علماء کی مجلس افتاء مقرر کی جائے۔ تا کہ ملک میں کوئی مذہبی انتشار پیدا نہ ہو۔ اسلامی تاریخ اس طریق کار کی تصدیق کرتی ہے۔

(۸) اگر اس طرح کے صحیح اسلامی آئین مرتب کرنے یا اس کی روشنی میں انتخابات کرانے میں دیر ہو تو موجودہ سربراہ ملک سے جید علماء دیندار مسلمانوں اور ارباب نظر و فکر کی ایک جماعت شرعی شرائط کے اندر نامزد کریں اور خود ان کے سامنے شرائط امیر کے تحت اسلامی مملکت کا کام خوش اسلوبی اور دیانتداری سے چلانے کا حلف اٹھائیں اور وہ چنی ہوئی جماعت بھی اسی طرح کے عزم کا بالجزم اعلان کرے تو یہ نظام آنے والے نظام کا قائم مقام ہو سکتا ہے اور اگر موجودہ حکومت سینما۔ ڈانس اور تمام منہیات و منکرات بند کر کے نفاذ احکام شرعیہ اور اقامت ارکان دین کا اعلان کر دے تو یہی اسلامی واجب الاطاعت حکومت ہوگی۔ نظام العلماء، اجرائے دین و قانون شریعت اور احیاء اسلام کی طالب ہے اقتدار کی خواہش یا تبدیلی سے اس کو کوئی دلچسپی نہیں۔

ظاہر ہو یا اکثر دانت گر گئے ہوں، یا پیدائش ہی سے کان نہ ہوں تو ان جانوروں کی قربانی درست نہیں۔

(۳۰) اوقات قربانی:۔ قربانی کے تین دن ہیں ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ۔ دن رات سے بہتر ہے۔ دسویں تاریخ گیارھویں سے اور گیارھویں بارھویں سے افضل ہے (عید کے بعد دسویں تاریخ سے بارھویں کے غروب آفتاب تک) گاؤں میں دسویں تاریخ کو صبح صادق سے قربانی کا وقت شروع ہو جاتا ہے

(۳۱) اپنی قربانی خود ذبح کرنا بہتر ہے اگر نہیں جانتا تو دوسرے کو اجازت دے اور خود کھڑا رہے۔ اگر یہ بھی نہیں کرسکتا تو اجازت کافی ہے۔

(۳۲) اگر عورت خود یا دوسری عورتوں کی امداد سے بھی ذبح نہیں کرسکتی تو پردہ ہی میں بقیہ احکام کی تعمیل کرے۔ عورت کا ذبیحہ جائز ہے ذبح کے وقت زبان سے نیت کرنا یا کوئی دعا پڑھنا ضروری نہیں ہے مگر مستحب ہے۔ اگر دل میں صرف یہ خیال کرلیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کردیا تب بھی درست ہے۔

(۳۳) مستحب یہ ہے کہ قربانی کے جانور کو قبلہ رُخ لٹانے سے پہلے یہ دعائے ماثورہ پڑھے:۔ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۝

(ترجمہ) میں نے یک سو ہو کر اپنا منہ اسی کی طرف متوجہ کرلیا جس نے زمین و آسمان پیدا کئے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں، میری نماز اور میری قربانی، میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہان کی پرورش کرنے والا ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو یہی حکم ہوا ہے اور میں حکم ماننے والا ہوں۔

(۳۴) پھر جانور کو قبلہ رُخ لٹا کر اپنا داہنا پاؤں اس کے شانہ پہ رکھ کر اَللّٰھُمَّ لَکَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر تیز چھری سے جلد ذبح کردے اور پھر یہ دُعا پڑھے:۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

(ترجمہ) اے اللہ میری طرف سے اس قربانی کو قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے حبیب محمدؐ اور اپنے خلیل ابراہیمؑ سے قبول فرمائی ہے۔

(۳۵) مستحب بلکہ سُنت ہے کہ قربانی کا جانور جہاں تک ممکن ہو علاوہ بے عیب ہونے کے موٹا تازہ اور قیمتی ہو۔ نیز یہ سُنت بھی متروک ہو رہی ہے کہ عید سے کچھ عرصہ پہلے قربانی کا جانور اسی غرض سے پالا جائے اور پھر ذبح کیا جائے

(۳۶) مستحب ہے کہ اپنے کسی فوت شدہ بزرگ کی طرف سے علیحدہ قربانی دے۔ بلکہ یہ اور زیادہ مستحب ہے کہ رسولؐ اللہ جیسے محسن کی طرف سے بھی قربانی کردے۔

(۳۷) بہتر ہے کہ قربانی ادا کرنے والا اپنے ہاتھ سے جانور کو ذبح کرے ورنہ کم ازکم اپنے سامنے ذبح کرائے اور خون گرنے کا مشاہدہ کرے۔ بلکہ اگر کوئی عورت بھی قربانی کسی محرم سے کرائے تو اس کا بھی سامنے موجود ہونا افضل ہے۔

(۳۸) اگر کسی صاحب نصاب نے عید کے تین دنوں یعنی دسویں، گیارھویں اور بارھویں کو غفلت کی وجہ سے یا مسئلہ کی ناواقفیت کی وجہ سے قربانی نہیں کی اور دن گذر گئے۔ تو اس کے ذمہ اگر قربانی کا جانور موجود ہو تو وہ ورنہ اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

(۳۹) ایک غریب آدمی نے قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے جانور خریدا اس کا قربانی کرنا واجب ہے اگر دن گذر گئے اور قربانی نہیں کیا تو زندہ ہی اللہ کے نام پر فقراء و مساکین کو دے دیا جائے۔ اور اگر کسی غریب آدمی نے جس پر کہ قربانی واجب نہ تھی، قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدا اور وہ جانور قربانی ادا کرنے سے پہلے ہی مر گیا یا کسی اور طرح سے ضائع ہوگیا تو اس پر کوئی اور جانور خرید کر قربانی کرنا واجب نہیں۔ اور اگر کسی ایسے آدمی کا جس پر کہ قربانی واجب تھی جانور ضائع ہو گیا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسرا جانور خرید کر ذبح کرے۔

ذبح سے پہلے قربانی کے جانور کو بھوکا پیاسا نہیں رکھنا چاہیئے۔ اور ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح نہیں کرنا چاہیئے۔

(۴۰) مالک قربانی کا بغیر ہاتھ اٹھائے قبولیت کی دعا مانگنا افضل ہے۔ جانور کو لٹاتے وقت یہ مسنون دعا پڑھے:۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۝ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ۔

ایک خط

(جناب خواجہ نذیر احمد صاحب کراچی فریئر روڈ)

محترمی

ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور ۱۶ر مئی ۱۹۶۱ء کے صفحہ ۳ پر "آئین کمیشن کا سوالنامہ" کے زیر عنوان ایک صاحب دل مسلمان کا خط پڑھا۔ جس سے مجھے اتفاق ہے۔ اسی عنوان کے تحت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

وہ یہ ہے۔ کہ

جب کبھی کسی حکومت کو سائینس، زراعت کان کنی وغیرہ کی ترقی کے لیئے کچھ کرنا ہوتا ہے تو ان ہی شعبہ جات کے قابل ترین ماہرین کی امداد حاصل کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ غیر ممالک سے بھی ایسے ماہرین کو دعوت دی جاتی ہے۔

لہٰذا جب صدر مملکت بار بار اعلان کر چکے ہیں کہ پاکستان کا آئین اسلام پر مبنی ہوگا۔ تو اس صورت میں دیگر اسلامی ممالک سے نہ سہی اندرون ملک سے تو بلند پایہ علماء دین حق کو "آئین کمیشن" میں کام کرنے کا موقع دیا جائے۔

میں تو بحیثیت ایک مسلمان کے یہ عرض کروں گا کہ اسلامی قانون تو ہمارے پاس آج سے نہیں ۱۴۰۰ سال پہلے سے موجود ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۱ء میں مشرقی و مغربی پاکستان کے ہر فرقہ کے چیدہ علماء کرام نے اسلامی ریاست کے ۲۲ بنیادی اصول کتاب و سنت کی روشنی میں متفقہ طور پر پاس کر کے شائع کئے تھے جو سابقہ مسلم لیگی حکومت کے سپرد کئے گئے تھے۔

اس کے علاوہ یہ بھی عرض کرنا ہے کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں۔ جن میں رائے عامہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً عوام کب چاہتے ہیں کہ روپیہ کا ۲ ½ سیر آٹا فروخت ہو اور گوشت کا ہفتہ میں دو دن ناغہ کیا جائے۔ حکومت جس چیز کو مناسب خیال کرتی ہے۔ کر گزرتی ہے۔

اسی اصول پر اسلامی آئین نافذ کرنے میں عوام سے رائے حاصل کرنا ضروری نہیں رہ جاتا کہ یہ دین اسلام کا معاملہ ہے۔

سوچنے کی بات

اولاد اگر ناجائز اور کوئی نقصان دہ مشغلہ اختیار کرنا چاہتی ہے۔ تو ماں باپ کا فرض ہوتا ہے کہ اولاد کو کسی ایسے بُرے کام کرنے کی اجازت نہ دے اور کرے تو اسے سختی سے روکے اور اگر اولاد کی کثرت رائے سے مغلوب ہو کر والدین اولاد کی ناجائز خواہش پوری کرتے رہیں گے تو اولاد ناکارہ بدمعاش اور عیاش بن جائے گی۔

میں تو صدر مملکت کی خدمت میں درخواست کرونگا کہ جہاں آپ نے ملک کو سدھارنے کے لیئے سینکڑوں احکام جاری کئے ہیں۔ وہاں آپ کی ذات سے بجا طور پر توقع ہے کہ اسلامی آئین نافذ کرنے میں بعض افراد کی غیر اسلامی خواہش کی پرواہ نہ کریں گے۔ کیونکہ آئین کا معاملہ دین اسلام کا معاملہ ہے اور خداوند تعالیٰ سے پاکستان اس وعدہ پر حاصل کیا گیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ۔

آخیر میں صرف اتنا کہنا ہے کہ جو لوگ اسلام کے کسی ایک بنیادی اصول کے بھی منکر ہیں۔ انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ دین حق کے کسی معاملہ میں دخل انداز ہوں۔ ایسے لوگوں کو (اسلامی آئین کیلیئے) دعوت دینا ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی اپنے جانی دشمن کو عدالت میں اپنے صفائی کا گواہ پیش کرے۔ وما علینا الا البلاغ۔

بچوں کی دعا

جناب قاسم علی صاحب قاسم دہلوی (شجاع آباد)

خدمت میں تیری یارب یہ ہے دعا ہماری — پوری ہو زندگی میں ہر التجا ہماری
کلمۂ نبیؐ کا لب پر ہو ابتدا ہماری — اسلام ہی پہ یارب ہو انتہا ہماری
ہم ہیں مریض تیرے تو چارہ گر ہمارا — بیمار لا دوا ہیں کرنا دوا ہماری
موجیں اُبھر رہی ہیں طوفان اُمنڈ رہے ہیں — کشتی لگا کنارے اے ناخدا ہماری
ملت کی آبرو کو ہم ہر طرح بچائیں — اسلام کی بقا پر ہو جاں فدا ہماری
ہم سیدھے راستے پر چلتے رہیں ہمیشہ — تیری نگاہِ رحمت ہو رہنما ہماری
مظلوم کی حمایت اہل جہاں کی خدمت — قائم رہے یہ عادت یارب سدا ہماری
ہم ملک و قوم کی سب خدمت کریں الٰہی — اسلام پر مٹیں ہم یہ ہے دعا ہماری

وہ رب کہ جس نے سب کے ارماں کئے ہیں پورے
شاید قبول کرے قاسم دُعا ہماری

ڈاکٹر عبدالوحید آف فیروز سنز لاہور

آزادیٔ تقریر

ایک بُنیادی انسانی حق

جس کا ضابطہ اور لائحہ عمل طے کرنے کے لئے ماہرین قانون اور علمبرداران حُرّیت عصر جدید کے تقاضوں کو پُورا کرنے کے لئے ایسے مسائل کا حل تلاش کر رہے ہیں مثلاً

(۱) بولنے یا تقریر کا کِسے حق حاصل ہو

(۲) جلسوں اور مذاکرات میں تقاریر کا کیا معیار چاہیئے

(۳) صحافی کن محرکات کے تحت آواز بلند کریں

(۴) ریڈیائی نشریات کن اقدار کی حامل ہوں

تقریبًا ایک ہزار سال پہلے ایک مردِ حقیقت بیں نے اسلام کی لازوال اقدار کی روشنی میں صرف ایک جملے میں حل کر دیا کہ

بولنے کی شرط یہ ہے کہ سوائے حق کے کوئی اور بات نہ کہے۔

اور خاموشی کی شرط یہ ہے کہ باطل پر خاموش نہ رہے۔

ذیل میں حضرت مخدوم علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی شہرہ آفاق تصنیف "کشف المحجوب" سے ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے۔ جو علم اخلاق کا ایک شہ پارہ ہے۔ اور جس کی اہمیت و افادیت آج بھی اسی طرح قائم ہے جیسی کہ آج سے ہزار برس پہلے تھی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (اچھی بات میں اس شخص سے بڑھ کر کون اچھا ہے جس نے اللہ کی طرف دعوت دی اور نیک عمل کیا)

نیز فرمایا ہے قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ (نیک بات کہنی چاہیئے) نیز فرمایا قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا (زبان سے کہو کہ ہم ایمان لائے) جاننا چاہیئے۔ کہ حق تعالےٰ نے اپنے بندوں کو نیک اور اچھے کام کرنے کا اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح کہ اس کی ربوبیت کا اقرار کرنا، اس کی صفت و ثنا کرنا، اور خلقت کو اس کی درگاہ کی طرف بلانا اور گویائی حق تعالےٰ کی طرف سے بندہ کے لئے ایک بہت بڑی اور بھاری نعمت ہے اور آدمی اسی کی وجہ سے دوسری چیزوں سے ممتاز ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو بزرگی عطا فرمائی ہے) مفسرین کے قول کے مطابق لفظ كَرَّمْنَا کا مطلب گویائی عطا کرنا ہے۔ پس جس قدر گویائی حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے لئے ایک بڑی نعمت ہے اسی قدر اس کی خرابی بھی بہت بڑی ہے۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلٰٓى اُمَّتِيْ اَللِّسَانُ (وہ چیز جس کی نسبت میں امت کے بارے میں سب چیزوں سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ زبان ہے)، الغرض کلام شراب کی طرح ہے کہ جو عقل کو مست کر دیتی ہے اور آدمی جب اس کے پینے میں پڑ جاتا ہے تو اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اور اپنے آپ کو اس سے روک نہیں سکتا۔ جب اہل طریقت کو معلوم ہو گیا کہ بولنا ایک آفت ہے تو انھوں نے سوائے ضرورت کے کلام نہ کیا اور جو کلام کیا اس کی ابتدا اور انتہا پر نگاہ ڈالی۔ اگر کلام حق کے لئے تھا تو انھوں نے اس کو مُنہ سے نکالا ورنہ خاموش رہے۔ کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ اسرار کا جاننے والا ہے اور بدبخت ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کو ایسا نہیں جانتے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ (کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کے بھید اور راز دارانہ گفتگو کو نہیں سنتے۔ کیوں نہیں ہم سنتے ہیں۔ ہمارے (فرشتے) لکھتے بھی ہیں۔) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ صَمَتَ نَجَا (جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا)، پس خاموشی میں بہت سے فائدے اور کشائشیں ہیں اور بولنے میں نسبتاً بہت سی خرابیاں ہیں۔ اور مشائخ کا ایک گروہ خاموشی کو بولنے پر فضیلت دیتا ہے۔ اور ایک گروہ بولنے کو خاموشی پر ترجیح دیتا ہے۔ اور ان میں حضرت جنید رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ الفاظ و عبارتیں سب دعویٰ ہیں اور جہاں حقیقتوں کو ثابت کرنا ہو۔ وہاں دعویٰ بیکار ہے۔ اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ اختیار کی حالت میں بندہ قول کے ساقط ہو جانے سے معذور سمجھا جاتا ہے۔ جیسے تقیہ اور کسی خوف کے وقت جو بولنے پر باوجود اختیار و قدرت رکھنے کے آدمی سے قول ساقط ہو جاتا ہے۔ اور خوف نہ بولنے کا عذر ہو جاتا ہے۔ اور بولنے سے انکار کرنا معرفت کی حقیقت کے لئے نقصان نہیں دیتا۔ اور کسی وقت بندہ بغیر معنی کے محض دعوے سے معذور نہیں ہوتا۔ اور اس کا حکم منافقوں کا سا حکم ہے، پس دعوے بلاحقیقت منافقت ہے۔ اور حقیقت بغیر دعوے کے اخلاص ہے لِاَنَّ مَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى بَيَانٍ لَا يَسْتَغْنِيْ عَنِ اللِّسَانِ وَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى عِيَانٍ اِسْتَغْنٰى بِمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ مِنَ اللِّسَانِ (جس نے اپنی بنیاد بیان پر قائم کی وہ زبان سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اور جس نے مشاہدہ پر اپنے کام کی بنیاد رکھی وہ اس راز کے متعلق جو خود اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔ زبان سے مستغنی ہے، یعنی جب بندہ پر راہ کھول دی جاتی ہے

تو بولنے سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بیان کرنا غیر کو خبر دینے کے لئے ہے اور حق جل جلالہٗ حالات کے بیان کرنے سے بے نیاز ہے۔ اور اس کے سوائے اور کوئی اس لائق نہیں ہے۔ جس سے مشغول ہونا لازم ہو۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰهُ كَلَّ لِسَانُ جس نے خدا کو دل سے پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ کیونکہ مشاہدہ میں بیان کرنا حجاب معلوم ہوتا ہے اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ سے متعلق روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں یکایک اٹھے اور بآواز بلند نعرہ لگا کر کہا۔ یا مرادی (اے میری مراد) اور اس لفظ سے اشارہ حق تعالٰے کی طرف کیا۔ تو حضرت جنید رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ اے ابوبکر! اگر تیرا مقصود اس سے حق تعالٰے ہے تو تو نے بآواز بلند یہ نعرہ کیوں لگایا۔ کیونکہ وہ اس سے بے نیاز ہے۔ اور اگر تیرا مقصود وہ نہیں تو تُو نے خلاف کیوں کیا؟ کیونکہ حق تعالٰے تیری بات جانتا ہے شبلی رحمۃ اللہ نے اپنے قول سے توبہ کی۔ اور وہ گروہ جو کلام کو خاموشی پر فضیلت دیتا ہے۔ کہتا ہے اپنے احوال کے بیان کرنے کا حق تعالٰے کی طرف سے ہمیں حکم ہے۔ تاکہ دعوٰے حقیقت پر قائم ہو۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ہزار سال اپنے دل سے اور باطن سے عارف الٰہی ہو۔ اور کوئی ضرورت اس کو روکنے والی نہ ہو تو جب تک معرفت کے ساتھ اقرار نہ کرے اس کا حکم کافروں کا سا ہوگا۔ اور خداوند تعالٰے نے سب مسلمانوں کو اس کی نعمتوں اور نوازشات پر شکر اور حمد و ثنا کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے:-

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

(اپنے رب کی نعمت بیان کر) اور اس کی نعمتوں پر شکر اور حمد و ثنا کلام ہی ہے پس ہمارا بولنا اللہ تعالٰے کے حکم کی تعمیل و تعظیم ہے۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مجھے پکارو۔ میں تمہاری پکار کو قبول کرونگا) اور نیز فرمایا ہے۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (میں پکارنے والے کی دعوت کا جواب دیتا ہوں۔ جب وہ مجھے پکارتا ہے) اور ایسے ہی بے شمار آئتیں ہیں جو ہمیں بولنے کا حکم دیتی ہیں۔ ایک شیخ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے حال کو بیان نہیں کر سکتا اس کو صحیح حال ہی نصیب نہیں ہوتا۔ کیونکہ تیرے حال کو بیان کرنے والا خود تیرا حال ہی ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

لِسَانُ الْحَالِ اَفْصَحُ مِنْ لِسَانِیْ
وَصَمْتِیْ عَنْ سُؤَالِیْ تَرْجُمَانِیْ

(حال کی زبان میرے جسم کی زبان سے زیادہ فصیح ہے۔ اور میری خاموشی میرے سوال کی ترجمان ہے) اور میں نے حکایت میں یہ پڑھا ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بغداد کے محلہ کرخ میں جا رہے تھے۔ اس اثنا میں آپ نے طریقت کے مدعیوں میں سے ایک شخص کو دیکھا جو کہہ رہا تھا اَلسُّكُوْتُ خَیْرٌ مِّنَ الْكَلَامِ فَقَالَ شِبْلِیْ سُكُوْتُكَ خَیْرٌ مِّنْ كَلَامِكَ لِاَنَّ كَلَامَكَ لَغْوٌ وَ سُكُوْتُكَ هَزْلٌ وَكَلَامِیْ خَیْرٌ مِّنْ سُكُوْتِیْ لِاَنَّ سُكُوْتِیْ حِلْمٌ وَّ كَلَامِیْ عِلْمٌ (خاموشی کلام کرنے سے بہتر ہے۔ یہ سُن کر حضرت شبلی رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ تیرا خاموش رہنا تیرے کلام کرنے سے بہتر ہے کیونکہ تیرا کلام فضول اور خاموشی بے ہودہ ہے اور میرا کلام کرنا خاموش رہنے سے بہتر ہے کیونکہ میری خاموشی بردباری ہے۔ اور میرا کلام علم ہے) مطلب یہ کہ اگر میں نہ بولوں تو اس کی وجہ میرا علم ہے اور اگر بولوں تو اس کی وجہ میرا علم ہے۔ جب کچھ نہیں بولتا تو حلم ہوتا ہوں۔ اور جب بولتا ہوں تو علم۔ اور میں علی بن عثمان جلابی کہتا ہوں کہ کلام بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ اور سکوت بھی دو قسم کا۔ ایک کلام تو حق ہوتا ہے۔ دوسرا باطل۔ اور اس طرح ایک سکوت تو مقصود کے حاصل ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور دوسرا سکوت غفلت کی وجہ۔

پس بولنے اور خاموش رہنے کے وقت ہر ایک شخص کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیئے۔ اگر اس کا کلام حق ہے تو اس کا بولنا خاموشی سے بہتر ہے۔ اور اگر باطل ہو تو اس کی خاموشی بولنے سے بہتر ہے۔ اور اگر اس کی خاموشی حجاب غفلت کی وجہ سے ہے تو اس کا بولنا خاموشی سے بہت بہتر ہے۔ اور اگر حصول مقصود کے سبب سے ہے تو اس کی خاموشی بولنے سے بہتر خلاصہ یہ کہ اور مدعیوں کا ایک گروہ جنہوں نے چند فضول اور خواہش نفسانی کی باتیں اور کچھ معنی سے خالی عبارتیں سامنے رکھ لی ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارا بولنا خاموشی سے بہتر ہے اور جاہلوں کا ایک گروہ جو انتہائی جہالت کے باعث منارہ کو کنوئیں سے تمیز نہیں کر سکتے کہتے ہیں خاموشی بولنے سے بہتر ہے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے کی مانند ہیں۔ پس کسی کو بولنے دیں اور کسی کو خاموش رہنے دیں اَلَا مَنْ نَطَقَ اَصَابَ اَوْ غَلَطَ وَمَنْ اُنْطِقَ عُصِمَ مِنَ الشَّطَطِ (سنو جو خود بولتا ہے وہ یا تو صحیح بولتا ہے یا غلط۔ لیکن جس کو قضاؤ قدر بلاتے ہیں۔ وہ خطا سے محفوظ رہتا ہے) چنانچہ شیطان لعین خود بولا اور یوں کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ (میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں) اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالٰے نے بولنے کا حکم دیا تو آپ نے کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا) پس طریقت کی طرف دعوت دینے والے اپنے بولنے میں مامور اور مجبور ہیں۔ اور خاموشی میں شرگین اور بے بس ہوتے ہیں مَنْ كَانَ سُكُوْتُهٗ حَیَاءً كَانَ كَلَامُهٗ حَیٰوةً (جس کی خاموشی حیاء کی وجہ سے ہے۔ اس کا کلام دلوں کے لئے حیابخش ہے) اس لئے کہ ان کا کلام دیدار الٰہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور کلام دیدار الٰہی کے بغیر ان کے نزدیک ذلیل و خوار ہے۔ اور جب وہ باہوش ہوتے ہیں تو نہ کہنے کو کہنے سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور جب مدہوش اور اپنے سے غائب ہوتے ہیں تو لوگ ان کے قول کو اپنی جان پر لکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ مَنْ كَانَ سُكُوْتُهٗ لَهٗ ذَهَبًا كَانَ كَلَامُهٗ بِغَیْرِهٖ مُذْهَبًا۔ جس کی خاموشی خود اس کے لئے سونا ہوتی ہے۔ اس کا کلام غیر کے لئے سونا بنانے والی کیمیا ہوتا ہے۔ پس چاہیئے کہ طالب حق اس زبان کی جو بندگی میں لگی ہوئی ہے۔ خاموش کر دے۔ یہاں تک کہ وہ زبان جو ربوبیت الٰہی کے اقرار میں گویا ہے۔ بولنے والی ہو جائے اس کا بیان مریدوں کے شکار کرنے والا۔

اور کلام کے اداب یہ ہیں کہ بے امر الٰہی کے نہ بولئے اور سوائے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

جناب مولوی محمد مقبول عالم بی اے لاہور 

اسلام ایک عالمگیر قوّت کی حیثیت سے

موجودہ دور نے کچھ ایسے مسئلے پیدا کر دیئے ہیں جو پہلے موجود نہ تھے۔ یہ علم و حکمت SCIENCE & PHILOSOPNY کا دور ہے۔ جس کا آغاز اٹھارہویں صدی کی ابتداء سے ہوا۔ اس دور میں مشین ایجاد ہوئی اور ہاتھ کے بجائے مشینوں سے کام لیا جانے لگا۔ اس کے دو نتیجے نکلے۔ ایک تو سرمایہ دار طبقہ کارخانوں کا مالک بن کر نفع اندوزی کرنے لگا۔ اور بہت زیادہ مالدار ہو گیا۔ اور کاریگر طبقہ بے آلہ رہ کر کارخانے دار کا محتاج بن گیا اور معمولی اُجرت پانے کی وجہ سے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنے لگا۔ دوسرے یہ کہ کام مل جل کر ہونے لگا اور ہزاروں مزدور اکٹھے مل کر کام کرنے لگے۔ اس طرح طبقاتی کشمکش پیدا ہوئی۔ جس نے کئی پیچیدہ مسئلے پیدا کر دیئے۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کتاب و سنّت سے رہنمائی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ جب کبھی دنیا میں نئے دَور کا آغاز ہوا اور نئے مسائل پیدا ہوئے اللہ تعالےٰ نے ایسے بندے پیدا کر دیئے۔ جن کے ذریعے سے اس دور کی رہنمائی کی گئی۔ اور مسائل حل کئے گئے۔ چنانچہ اٹھارہویں صدی سے یہ نیا دَور شروع ہوتا ہے۔ تو اسی وقت اللہ تعالےٰ حکیم الامت امام ولی اللہ دہلویؒ کو پیدا کرتا ہے۔ انہیں اس دور کا امام بنایا جاتا ہے اور وہ اس دور کے مسائل حل کرنے کے لئے کتاب و سنت کی روشنی میں ایک فلسفہ مدون کرتے ہیں۔ جسے فلسفہ ولی اللّٰہی کہا جاتا ہے۔ یہ فلسفہ قرآن حکیم۔ حدیث۔ فقہ۔ تاریخ۔ تصوف۔ معاشیات۔ اجتماعیات اور اخلاقیات کی ایسی تشریح کرتا ہے۔ جسے اختیار کرکے اسلام کو ایک عظیم الشان عالمگیر قوت (WORLD FORCE) کی شکل دی جا سکتی ہے۔ اس فلسفے کے ذریعے سے سرمایہ داری اور اشتراکیت کے فلسفوں کو شکست دی جا سکتی ہے اور دنیا جو ایک خوفناک بحران (CRISIS) میں مبتلا ہے اور نہایت تیزی کے ساتھ تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ اُسے بربادی سے بچایا جا سکتا ہے۔

اس فلسفے کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسلام کی دعوت ساری انسانیت کیلئے ہے۔ وہ انسانوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتا۔ انسان ہونے کی حیثیت سے سب کا درجہ برابر ہے۔ اس لئے امام صاحب نے جس فلسفے کو پیش فرمایا ہے۔ اس کی بنیاد بھی ساری انسانیت پر ہے اور اسی نقطۂ نگاہ سے مسائل حل کئے ہیں۔ اسلام کے علاوہ دُوسرے فلسفوں میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ وہ ایک ملک اور ایک قوم کی سطح سے بلند نہیں ہوتے اور سب کی بہتری اور بھلائی نہیں چاہتے۔

۲۔ اسلام نہ صرف سارے انسانوں کو برابر سمجھتا ہے۔ بلکہ ساری انسانیت کو کائنات کے دلیبی نظام میں ایک بلند مقام عطا کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ کائنات کا سارا نظام انسانیت کی خدمت کے لئے ہے اور انسانیت اس کائنات کے خالق و مالک کی بندگی کیلئے ہے یعنے اُسے اللہ تعالےٰ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہنا چاہیئے۔ اس طرح وہ انسانیت کی صحیح رہنمائی کرتا ہے اور اسے اپنی پیدائش کی غرض و غایت سمجھاتا اور اس کے لئے ترقی کی راہیں کھولتا ہے۔

۳۔ موجودہ دور میں جو مادہ پرستی کا فلسفہ پیدا ہُوا اور خالق کائنات کا انکار کیا گیا ہے تو یہ انسانیت کے مقام کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ امام ولی اللہ دہلویؒ نے علمی طور پر مادہ پرستی کو غلط ثابت کیا ہے مادہ پرست صرف مادیات پر ٹھہر گئے۔ لیکن امام صاحب مادیات کے نظام کو اس کا صحیح مقام دینے کے بعد اس سے آگے غیر مادیات کی طرف بھی رہنمائی کرتے ہیں۔ کیونکہ مادے کی بُنیاد اصل میں غیر مادی قوت پر ہے۔ اسے موجودہ سائنس دان بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ مادہ اور غیر مادہ کا آپس میں تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جہان میں روح اور مادہ دونوں مل کر کام کرتے ہیں اور روح مادے سے کام لیتی ہے۔ اگر ان دونوں کے درمیان کوئی رشتہ تسلیم نہ کیا جائے تو روح اور مادے کا جوڑ ایک معمہ بن جاتا ہے۔ امام صاحب نے اسلامی نظریہ کی تشریح کرتے ہوئے مادے اور غیر مادے کا تعلق علمی طور پر سمجھایا ہے اور بتایا ہے کہ دونوں کی اصل ایک ہے اور ان کا منبع وجود ایک ہے۔ یعنی ذات باری تعالےٰ۔ اس لئے ایک اصل کی دو شاخیں ہونے کی وجہ سے آپس میں تعلق رکھتے ہیں۔

جیسے اوپر بتایا جا چکا ہے مشین ایجاد ہو جانے سے کئی نئے مسئلے پیدا ہوئے۔ مثلاً کاریگر بے آلہ مزدور بن گئے اور کارخانے دار اُنکی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھانے لگے اس لئے سرمایہ داری پیدا ہوئی۔ پیداوار کی کبھی کثرت اور کبھی قلت سے اقتصادیات میں بحرانات پیدا ہوئے۔ جس کا انسانی معاشرت اور اخلاق پر بُرا اثر پڑا امام صاحب نے خلافت راشدہ کے زمانے کے نظام کو سامنے رکھتے ہوئے ایسا فلسفہ دیا ہے جو مشینی دور کے تمام مسائل حل کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور سرمایہ داری کو مٹا کر عادلانہ معاشی اور معاشرتی نظام قائم کر سکتا ہے اور اخلاق انسانی کو بربادی سے بچا سکتا ہے۔

۵۔ قرآن حکیم کا سیاسی نظام کسی قبیلے قوم یا ملک کے لئے نہیں۔ بلکہ وہ دنیا کی تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ اس لئے اس میں ایسی وسعت موجود ہے جو کسی دوسرے سیاسی نظام میں موجود نہیں۔ یہ چونکہ اجتماعیت کا دَور ہے اور قومیں ایک دوسرے سے مل رہی ہیں۔ اس لئے اس دور میں قرآن حکیم ہی کا سیاسی نظام چل سکتا ہے جس کی بنیاد صدق اور عدل پر ہے امام صاحب نے اپنے فلسفے میں جو قرآنی سیاسی نظام پیش کیا ہے۔ وہ اب جبکہ دنیا سے بادشاہت اُٹھ چکی ہے اس اجتماعی دور کو بھی کامیابی کے ساتھ چلا سکتا ہے۔

۶۔ امام صاحب نے بتایا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم چونکہ سراسر اجتماعی ہے۔ اس لئے اس کا نظام اخلاق بھی اجتماعی ہے۔ وہ ایسا نہیں۔ کہ با اخلاق انسانوں کو اجتماعیت سے الگ کر کے رکھ دے اور بد اخلاق لوگوں کو اجتماعیت پر مسلط ہو جانے کا موقعہ دے تاکہ وہ جیسے چاہیں ظلم روا رکھیں۔ ایسا نظام اخلاق و تصوّف جو سوسائٹی کے اعلےٰ انسانوں کو اجتماعیت سے الگ کر دے قرآن حکیم کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ موجودہ نظام کی خرابی کا باعث بھی یہی امر ہے کہ غلط نظام اخلاق و تصوف کے باعث سوسائٹی کے اعلےٰ افراد علیحدہ ہو گئے اور نظام سیاست دنیا پرست لوگوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ امام صاحب کے نزدیک با اخلاق شخص وہ نہیں جو انفرادی طور پر اچھا ہے۔ بلکہ وہ جو اپنے کنبے اور سوسائٹی میں اچھا ہے

کسی کا انفرادی طور پر اچھا یا بُرا ہونا کوئی زیادہ معنی نہیں رکھتا ۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب نظام خراب ہو جائے تو اعلےٰ انسانوں کا فرض ہے کہ وہ جماعت تیار کرکے نظام کی خرابی کے خلاف جہاد کریں اور اس کی اصلاح کریں اگرچہ اس کے لئے جنگ کرنی پڑے ۔ نہ کہ کنارہ کش ہو کر بیٹھ جائیں ۔

۷۔ چونکہ قرآن کی دعوت ساری انسانیت کے لئے ہے اور وہ ایک ایسا عالمگیر اجتماع پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جس میں صحیح خدا پرستی اور معاشی وسیاسی عدل ہو۔ اس لئے وہ ہر قوم کو اس بلند معیار پر لے جانا چاہتا ہے جہاں پہنچ کر تمام قومیں اس عالمگیر اجتماعی رنگ میں رنگی جائیں۔ گویا قرآنی اجتماع قبائلی اور شعوبی پیمانے پر شروع ہو کر قومیت کی منزل سے گزر کر بین الاقوامیت پر ختم ہوتا ہے ۔

اس اجتماع کے لئے ایک فکر ایک قومی لائحہ عمل ایک بین الاقوامی دعوت اور ایک عالمگیر فلسفے کی ضرورت ہے۔ امام صاحب بتاتے ہیں کہ قرآن حکیم یہ سب کچھ پیش کرتا ہے۔ وہ فرد کو انفرادی اور اجتماعی اخلاق سکھاتا ہے اور اجتماع کو بلند ترین انسانیت کا درس دیتا ہے۔

۸۔ بیشک انسانیت کی آخری منزل بین الاقوامیت ہے اور ہر قوم کو بین الاقوامیت کا ایک جز بننا ہے۔ اور اچھی قوم وہی تصور ہوتی ہے جو بین الاقوامی پیمانے پر اچھی ہو جیسے فرد وہ اچھا ہے جو اپنے خاندان میں اچھا ہو۔ لیکن اس راستے کی ایک منزل قومیت بھی ہے ۔ قرآن قومیت کا انکار نہیں کرتا ہر قوم کو بین الاقوامیت کا جز بننے سے پہلے قومی طور پر ترقی کرنا ضروری ہے ۔ ورنہ وہ بین الاقوامیت کا جز نہیں بن سکتی۔ جیسے فرد ذاتی اصلاح ہی کے بعد جماعت کا جز بن سکتا ہے۔ مگر یہ قومیت آخری منزل نہیں اس لئے ایسے قومی رجحانات جو بین الاقوامیت کے خلاف ہوں ۔ اسلام کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ امام صاحب کا فلسفہ اسی اصول پر مبنی ہے اور قومیت اور بین الاقوامیت کی ایسی تشریح کرتا ہے ۔ جسے ترقی یافتہ انسانیت اپنی مزید ترقی کا ذریعہ بنا سکتی ہے

۹۔ جیسے اوپر دکھایا جا چکا ہے ۔ اسلام تمام قوموں کو ایک مرکز پر جمع کرنا چاہتا ہے۔ اور ساری انسانیت کے اندر اتحاد پیدا کرنا چاہتا ہے ۔ اسلام کے سوا کسی اور تعلیم میں یہ جان نہیں کہ ساری انسانیت کو متحد کر سکے ۔ اسلام کی اس خصوصیت کی بنا پر امام صاحب ایسا فلسفہ پیش کرتے ہیں جو عالمگیر اتحاد انسانیت کی بنیاد بن سکتا ہے۔

۱۰۔ جب تک ساری انسانیت اسلام کو قبول نہیں کر لیتی ۔ اس وقت تک انسانیت کے اتحاد کا مطلب یہ نہیں کہ ملت اسلامیہ اپنی خودی گم کر دے ۔ اور اپنی خصوصیات کھو بیٹھے ۔ جیسے مرد جب جماعت کا رکن بن جاتا ہے تو اسکی انفرادیت فنا نہیں ہو جاتی ۔ ایسی جماعت جس میں فرد کی انفرادیت ختم ہو جائے ۔ امام صاحب کے نزدیک توڑ دینے کے لائق ہے۔ اس لئے ساری انسانیت کے اندر ملت اسلامیہ کی خودی قائم رہے گی۔ چنانچہ امام صاحب کا فلسفہ اتحاد انسانیت کے اندر ملت اسلامیہ کی خودی قائم رکھتا ہے ۔ اور ساری انسانیت کا جز بنتے ہوئے اس کی خودی کو نقصان پہنچنے نہیں دیتا۔

اصل بات یہ ہے کہ امام ولی اللہ دہلویؒ مشینی اجتماعی TECHNOLOGICAL SOCIALISTIC AGE دور کے آغاز میں پیدا ہوئے اور آپ ہی کو اس دور کا امام بنایا گیا اور اُن کے ذریعے سے اس دور کے مسائل حل کرنے کے لئے فلسفہ شریعت دیا گیا۔ یہ ربوبیت الٰہی کے ایک خاص کرشمے کا ظہور ہے ۔ جیسے اس سے پہلے زمانوں کی ضرورتوں کی خاطر ربوبیت الٰہی کے کرشمے مختلف برگزیدہ ہستیوں کی صورت میں ظاہر ہوتے رہے ۔ امام صاحب نے اپنے فلسفے کی بنیاد براہ راست خیر القرون کی تعلیمات اور عملیات پر رکھی ہے اور اس کے ذریعہ سے قرآن حکیم حدیث ۔ فقہ ۔ تاریخ ۔ تصوف معاشیات اور اخلاقیات کی ایسی انقلابی اور اجتماعی تشریح کی ہے۔ جسے اختیار کرکے اسلام ایک عظیم الشان عالمگیر قوت (WORLD FORCE) بن سکتا ہے ۔ اور سرمایہ داری اور اشتراکیت کے فلسفوں کو شکست دے سکتا ہے۔



ہمارے اصحاب علم وفہم کا فرض ہے کہ وہ اس فلاسفی کا مطالعہ کریں اور اسکی روشنی میں پاکستان کی ترقی و تکمیل کے لئے کوشش کریں ✚

بقیہ ۔ اداریہ

صفحہ ۳ سے آگے

اس شعر میں علامہ مرحوم نے قوموں کے عروج و زوال کا قانون بیان کرکے ہماری رہنمائی کی ہے ۔ پہلے تو قومیں محنت ، جفاکشی اور جہاد سے اپنا بلند مقام پیدا کر لیتی ہیں اور اس کے بعد راگ و رنگ میں کھو کر تباہ و برباد ہو جاتی ہیں ۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ پاکستان کے مسلمان کو ایک طرف محنت اور مشقت کے وعظ سنائے جاتے ہیں ۔ اور دوسری طرف اس کو رقص و سرود کی تعلیم دے کر غفلت کی نیند سلایا جا رہا ہے ، ہمیں اپنی فوجی حکومت سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ پاکستانی مسلمانوں میں جہاد کی سپرٹ پیدا کرنے کی بجائے انھیں موسیقی اور مصوری کی تربیت دے کر تباہی کی طرف لے جائیگی کتاب وسنت کی رو سے گانا بجانا رقص و سرود سب حرام ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ البتہ ضرور ہی میری اُمت کے لوگوں کے روبرو آلات لہو (باجہ طنبورہ سارنگی طبلہ وغیرہ) بجائے جائیں گے ۔ اور گانے والی عورتیں ان کے سامنے گائیں گی ۔ ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ زمین میں غرق کر دے گا ۔ اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دے گا ۔

ایک مسلمان کے لئے یہی وعید اس گناہ سے توبہ کرنے کے لئے کافی ہے ۔ کیا ہم اُمید رکھیں کہ ہماری فوجی حکومت رقص و سرود کی سرپرستی اور اس پر قومی دولت کی بربادی سے آئندہ اجتناب کرے گی

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

جناب حاجی کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن

دُنیا ...... یا آخرت؟

فقیہہ ابوالللیث نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت لقمان کا انتقال ہونے لگا تو انھوں نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ بیٹا میں نے تم کو اپنی زندگی میں بہت سی نصیحتیں کیں اب (آخری وقت ہے) چھ نصیحتیں تم کو کرتا ہوں (۱) دنیا میں اپنے آپ کو فقط اتنا ہی مشغول رکھنا جتنی زندگی باقی ہے (اور وہ آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں) (۲) حق تعالےٰ شانہٗ کی طرف جتنی تمھیں احتیاج ہے اتنی ہی اس کی عبادت کرنا (اور ظاہر ہے کہ آدمی ہر چیز میں اس کا محتاج ہے) (۳) آخرت کے لئے اس مقدار کے موافق تیاری کرنا جتنی مقدار وہاں قیام کا ارادہ ہو (اور ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد تو وہاں کے علاوہ کوئی مقام ہی نہیں) (۴) جب تک تمھیں جہنم سے خلاصی نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے خلاصی کی کوشش کرتے رہنا (ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہو تو جب تک اس کو مقدمہ کے خارج ہو جانے کا یقین نہ ہو ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہے) (۵) گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کا حوصلہ اور ہمت ہو (کہ گناہوں کی سزا ضابطہ کی چیز ہے اور مراحم خسروانہ کی خبر نہیں) (۶) جب کوئی گناہ کرنا چاہو۔ ایسی جگہ تلاش کر لینا جہاں حق تعالےٰ شانہٗ اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں (کہ خود حاکم کے سامنے سی آئی ڈی کے عملے کے سامنے بغاوت کا انجام معلوم ہے) (تنبیہ الغافلین)

جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے

عرفجہ ثقفیؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سبّح اسم پڑھنے کی درخواست کی۔ انھوں نے پڑھنا شروع کیا اور جب بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا و الاٰخرۃ خیر و ابقیٰ پر پہنچے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔ تو حضرت ابن مسعودؓ نے تلاوت کو بند کر کے فرمایا کہ بے شک ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دے دی۔ سب حاضرین خاموش تھے۔ پھر دوبارہ فرمایا کہ ہم نے دنیا کو ترجیح دے دی۔ اس لئے کہ ہم نے اس کی زیب و زینت کو دیکھا۔ اس کی عورتوں کو دیکھا اور اس کے کھانے پینے کو دیکھا اور آخرت کی یہ سب چیزیں ہم سے مخفی تھیں، اس لئے دنیا کو ترجیح دے بیٹھے اور آخرت کو چھوڑ دیا۔

حضرت انسؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کا حکم اللہ کی ناراضی سے بندوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ جب تک کہ دُنیا کی تجارت کو آخرت کی تجارت پر ترجیح نہ دیں اور جب دنیا کی تجارت کو آخرت کی تجارت پر ترجیح دینے لگیں تو پھر لا الٰہ الا اللہ کہیں تو وہ حکم ان پر یہ کہہ کر لوٹا دیا جاتا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو (یعنی تمھارا اقرار جھوٹا ہے۔ محض زبانی جمع خرچ ہے)

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ کی گواہی کے ساتھ اللہ جل شانہٗ سے ملتا ہے وہ (سیدھا) جنت میں داخل ہوتا ہے جب تک کہ اس کے ساتھ دوسری چیز کو خلط نہ کر دے۔ تین مرتبہ حضورؐ نے اپنا یہ ارشاد فرمایا۔ مجمع میں سے ایک شخص نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان دوسری چیز خلط کرنے کا کیا مطلب ہے؟ حضورؐ نے فرمایا دنیا کی محبت اور اس کی ترجیح اس کے لئے مال کا جمع کرنا اور دنیا کی چیزوں سے خوش ہونا اور متکبر لوگوں کا سا عمل

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہیں اور دنیا اس شخص کا مال ہے جس کا (آخرت میں) مال نہیں۔ اور دنیا کے لئے وہ شخص مال جمع کرتا ہے جس کو بالکل عقل نہیں ہے۔ (در منثور)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا خود ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب ملعون ہے۔ بجز اس کے جو حق تعالےٰ شانہ کے لئے ہو۔ (جامع الصغیر)

امام غزالیؒ مذمت دنیا کی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمام تعریفیں اور حمد اسی پاک ذات کے لئے ہیں جس نے اپنے دوستوں کو دنیا کے مہلکات اور اس کی آفات سے واقف کر دیا اور دنیا کے عیوب اور اس کے رازوں کو اپنے دوستوں پر روشن کر دیا۔ یہاں تک کہ ان حضرات نے دنیا کے احوال کو پہچان لیا اور اس کی بھلائی اور برائی کا موازنہ کر کے یہ جان لیا کہ اس کی بُرائیاں اس کی بھلائی پر غالب ہیں۔ اور جو امیدیں دنیا سے وابستہ ہیں وہ ان اندیشہ ناک چیزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جو اس پر مرتب ہیں۔ دنیا ایک جاذب نظر عورت کی طرح سے لوگوں کو اپنے حسن و جمال سے گرفتار کرتی ہے اور اپنی بدکرداری سے اپنے وصال کے خواہشمندوں کو ہلاک کرتی ہے، یہ اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی ہے۔ ان کی طرف توجہ کرنے میں بڑی بخیل ہے اور اگر متوجہ بھی ہوتی ہے تو اس کی توجہ میں بھی آفت اور مصیبت سے امن نہیں ہے۔ اگر ایک دفعہ احسان کرتی ہے تو ایک مدت تک برائیاں کرتی رہتی ہے۔ جو اس کے دھوکہ میں آجاتا ہے۔ اس کا انجام ذلت ہے اور جو اس کی وجہ سے تکبر کرتا ہے وہ آخرکار حسرت و افسوس کی طرف چلتا ہے۔ اس کی عادت اپنے عشاق سے بھاگنا ہے اور جو اس سے بھاگے اس کے پیچھے پڑنا ہے۔ جو اس کی خدمت کرے اس سے علیحدہ رہتی ہے اور جو اس سے اعراض کرے اس کی ملاقات کی کوشش کرتی ہے۔ اس کی صفائی میں بھی تکدر ہے اس کی خوشی میں بھی رنج و غم لازم ہے۔ اس کی نعمتوں کا پھل حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ یہ بڑی دھوکہ دینے والی مکار "عورت" ہے۔ بڑی بھگوڑی اور ایک دم اُڑ جانے والی ہے۔ یہ اپنے چاہنے والوں کے لئے نہایت زیب و زینت اختیار کرتی ہے اور جب وہ اچھی طرح اس میں پھنس جاتے ہیں تو دانت دکھانے لگتی ہے اور ان کے منظم احوال کو پریشان کر دیتی ہے اور اپنی نیرنگیاں ان کو دکھاتی ہے۔ پھر اپنا زہر قاتل ان کو چکھاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دشمن ہے، اسکے دوستوں کی دشمن ہے، اسکے دشمنوں کی دشمن ہے اللہ تعالیٰ کی دشمنی اس طرح کہ اسکی طرف چلنے والوں کی رہزنی کرتی ہے اسکے دوستوں کے ساتھ دشمنی اس طرح کرتی ہے کہ ان کے دل لبھانے کیلئے طرح طرح کی زینتیں اپنے اوپر لادتی ہے جس سے وہ اس طرح ملتفت ہو کر اس سے قطع تعلق پر صبر کا کڑوا گھونٹ پیتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے دشمنوں سے دشمنی اس طرح کرتی کہ اپنے مکر و فریب سے ان کو شکار کرتی ہے اور جب وہ اسکی دوستی پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں تو ایسے وقت ان کو ایک دم ادھر میں چھوڑ دیتی ہے جس وقت کہ وہ اسکے سخت محتاج ہوں جس سے وہ دائمی حسرت اور دائمی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں

مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم ڈم کلہ کا اجرا

علوم عربیہ اسلامیہ کی تعلیم و اشاعت ایک ایسا اہم دینی فریضہ ہے جس کے بغیر دین و ایمان کا تحفظ بھی ناممکن ہے۔ چنانچہ پروردگار عالم نے اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ صلعم کو عرب میں مبعوث فرمایا۔ اور عربی زبان میں اپنا آخری پیغام قرآن کریم نازل فرما کر ہدایت اور وصول الی اللہ کا ذریعہ عطا فرمایا۔ سردار دو عالم صلعم آخری نبی تھے۔ اور ان کے بعد نبی کا آنا ممکن نہیں۔ لہٰذا یہ امانت یعنی دین محمدی کی حفاظت علماء کرام کے ذمہ لگائی گئی العلماء ورثۃ الانبیاء۔ بنا بریں اس اہم دینی فریضہ کی ادائیگی کے لئے توکلاً علی اللہ ۲۹ر اپریل سنہ ۱۹۶۰ء مطابق ۳۔ ذی قعدہ سنہ ۷۹ھ بروز جمعۃ المبارک

مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم ڈم کلہ

کا افتتاح کر دیا گیا ہے۔ اس دینی فریضہ کے اہتمام کے لئے ایک مجلس منتظمہ بنا دی گئی ہے۔

مہتمم :۔ مولوی عبدالحق صاحب مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم ڈم کلہ۔ تحصیل کرک۔ ضلع کوہاٹ۔

ضروری اعلان

بعض لوگ نامعلوم وجوہ کی بنا پر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مدلل کتاب رحمت کائنات کا آرڈر دے کر وی۔ پی واپس کر دیتے ہیں۔ اس سے ادارہ کا مالی نقصان ہونے کے علاوہ ان کے لئے بھی عذاب الیم کی وعید ہے ادارہ نے فیصلہ کیا ہے کہ اب بجائے وی۔ پی کے خواہشمند احباب صرف عہ (دو روپے) کا منی آرڈر ارسال کر دیا کریں۔ اس سے ان کو محصولڈاک کی بچت ہو گی۔ اور ادارہ بھی نقصان سے بچ جائے گا۔ اور کوئی دوسرا آدمی گناہ میں مبتلا بھی نہ ہو سکے گا۔

حافظ عبدالقیوم دارالارشاد

گنج جدید۔ ایبٹ آباد

تیسرا سالانہ جلسہ

مدرسہ عربیہ علوم الشرعیہ جھنگ صدر کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے کہ بمطابق تجویز حضرت درخواستی دامت برکاتہم بتاریخ ۱۷ و ۱۸ ذوالحجہ سنہ ۷۹ھ بمطابق ۱۳-۱۴ جون سنہ ۱۹۶۰ء کو مدرسہ ہذا کا تیسرا سالانہ جلسہ منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت موصوف کے علاوہ دیگر مقتدر شخصیتیں بھی تشریف لانے والی ہیں تفصیلی اشتہار انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد شائع ہو گا۔

الداعی سید صادق حسین مہتمم مدرسہ عربیہ علوم الشرعیہ جھنگ صدر

بقیہ آزادی تقریر صـ۱۴ سے آگے

امر حق کے نہ کہے۔ اور خاموشی کے آداب یہ ہیں کہ خاموش رہنے والا جاہل نہ ہو۔ اور جہالت پر راضی نہ ہو۔ اور غافل بھی نہ ہو۔ اور مرید کو چاہیئے کہ رہنماؤں کے کلام میں دخل نہ دے۔ اور اس میں کچھ تصرف نہ کرے۔ اور پریشان اور اوپری عبارت نہ استعمال کرے۔ اور جس زبان سے کہ اس نے شہادت دی ہے اور توحید کا اقرار کیا ہے اس سے جھوٹ اور غیبت نہ کرے۔ اور کسی مسلمان کو رنجیدہ نہ کرے۔ اور درویشوں کو محض نام سے نہ پکارے اور جب تک اس سے نہ پوچھا جائے کچھ نہ کہے اور خود بولنے کی ابتدا نہ کرے۔ اور درویش کی خاموشی کی شرط یہ ہے کہ باطل پر خاموش نہ رہے اور بولنے کی شرط یہ ہے کہ سوائے حق کے اور کوئی بات نہ کہے۔



وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْآ اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً ۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (مائدہ ع ۶)

ترجمہ۔ اور جو کوئی چور ہو مرد یا عورت۔ اُن کے ہاتھ کاٹ ڈالو سزا اُن کی کمائی کی، تنبیہ اللہ کی طرف سے اور اللہ ہے زور آور حکمت والا۔

کسی کی رکھی ہوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر چھپا کر لینے کی سب سے کمینہ حرکت کا نام چوری ہے اس کی بُرائی کی وجہ صرف یہی نہیں کہ چور کسی کی محنت سے کمائے ہوئے مال پر ناجائز قبضہ کرکے اپنے تصرف میں لاتا ہے بلکہ اس کی جانفشانی سے کمائے ہوئے مال کو بے دریغ اکارت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی سزا بھی سخت رکھی گئی ہے جو آیت مذکورہ میں درج ہے۔

چوری کا گناہ بھی بندہ اس لئے کرتا ہے کہ وہ خدا کے حاضر و ناظر ہونے پر پورا یقین نہیں کرتا۔ یا کم از کم اس فعل مذموم کے ارتکاب کے وقت اُس کا یہ عقیدہ ماند پڑ جاتا ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب چور چوری کرتا ہے تو اس میں ایمان نہیں رہتا"۔

اب ہم تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے تین چھوٹے چھوٹے واقعات سناتے ہیں۔ جن میں چوری کی سزا کا ذکر ہے۔

۱۔ ایک صحابی ایک چادر سرہانے رکھ کر سو رہے تھے کہ ایک چور آیا اور آہستہ سے چادر کھینچ کر چل دیا وہ پکڑ کر لایا گیا۔ تو صحابی نے سفارش کی کہ یا رسول اللہ! میری یہ چادر ۳۲ درہم کی تھی۔ کیا ۳۲ درہم کے بدلے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ میں نے یہ چادر اس کو بیچ دی۔ اور اس کی قیمت اس کے ذمہ رہی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس لانے سے پہلے تم نے یہ طے کیوں نہ کرلیا

۲۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں تھے کہ آپؐ کو جنت و دوزخ کا نقشہ دکھایا گیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں اس شخص کو بھی دیکھا ہے۔ جو آنکڑی سے بھی حاجیوں کا مال چرا لیتا تھا۔ جب مالک ہوشیار ہو جاتا تو وہ کہتا تھا۔ کہ اتفاق سے یہ مال آگیا ہے اور اگر غافل ہو جاتا تو چپکے سے یہ مال لے جاتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اس کو دوزخ میں دیکھا کہ اپنی آنتیں گھسیٹتا پھرتا تھا۔ استغفر اللہ معمولی سی چوری کا یہ حال ہے۔ جو بڑی بڑی چوریاں کرتے ہیں۔ اُن کا کیا حشر ہوگا۔

۳۔ عرب میں قبیلہ مخزوم کی ایک عورت تھی۔ جو لوگوں سے چیزیں ادھار لے کر مکر جاتی تھی۔ یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو آپؐ نے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم فرمایا۔ یہ عورت بڑے قبیلہ کی تھی۔ بڑے بڑے لوگوں نے اس کی سفارش کی۔ آپؐ نے فرمایا تم سے پہلی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ جب معمولی طبقہ کے لوگ قصور کرتے تو اس کو سزائیں دیتیں اور اگر وہی قصور کوئی بڑا کرتا تو چھوڑ دیتیں۔

خدا کی قسم اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہؓ بھی یہ کام کرتی۔ تو میں ان کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ یہ تھی اسلام کی وہ شان جس نے مساوات کے اصول کو اپنا کر سارے عالم کو نور اسلام سے منور کر دیا۔

عزیز بچو! سکول یا مدرسے کے بعض بچوں کی یہ بُری عادت ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کی چیزیں چوری چھپے اٹھا لیتے ہیں اور پھر موقع پر ہی مُکر جاتے ہیں۔

پیارے بچو اس بُری عادت سے فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ اس دنیا میں ذلیل اور بدنام ہو گے۔ اور آخرت میں خدا کے عذاب کے مستحق۔

عقائد متعلقہ ذات و صفات باری تعالیٰ

اللہ ایک ہے۔ وہی تمام جہان کا خالق و مالک ہے۔ کوئی اُس کا شریک وسہیم نہیں اور نہ اس کی اولاد ہے نہ کسی سے رشتہ ناتا۔ نہ اس کی ابتدا ہے نہ انتہا۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ رنگ و بو اور جسم اور جسمانی امور سے پاک اور منزہ ہے۔ نہ سوتا ہے نہ غافل ہوتا ہے۔ تمام عیوب سے پاک ہے۔ دیکھتا ہے۔ سنتا ہے اور کلام کرتا ہے۔ بے انتہا قدرت والا ہے۔ عالم کی تمام بڑی چھوٹی مخلوق اس کے حکم کے ماتحت ہے۔ ہماری تندرستی بیماری زندگی، موت، رزق اور اولاد سب اسی کی بخشش ہے اور اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ذرّے ذرّے کا اس کو علم ہے۔ کوئی چیز اُس سے پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے۔ دلوں کے بھید، دریا کی تہ کی چیزیں سب اس کے سامنے ہیں۔ جو چاہے وہ کرتا ہے کوئی اُسے روکنے والا نہیں۔ اس کے ارادے اور قدرت سے تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں۔ عالم الغیب صرف اسی کی ذات ہے۔ اس صفت میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ کسی کا زور اس پر نہیں چلتا۔ وہ سب سے اعلٰے طاقت اور قدرت والا ہے۔ بندوں کی حاجتیں اور مُرادیں پوری کرنے کی صرف اسی میں قدرت ہے۔

(جواہر الایمان)

ایڈیٹر
عبد المنان
چوہان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری ۶/م ۱۶۳۳۲ - مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۵۲ء و (۲) پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۲۷۲/۲۳۸۱ - مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۲ء عیسوی

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا۔